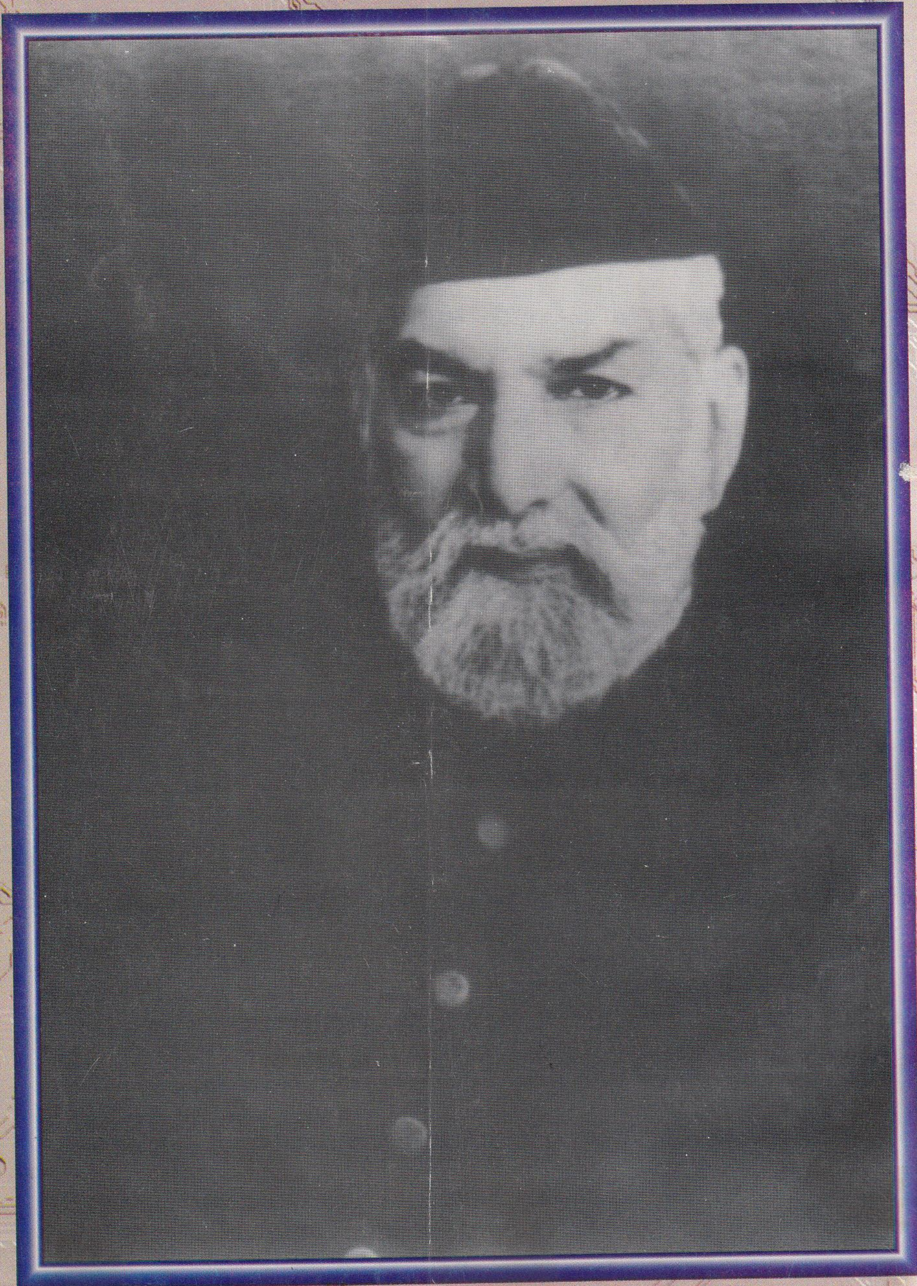
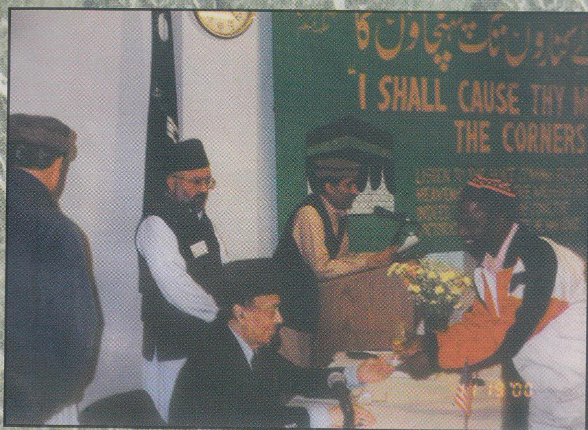
ماہنامہ
انصار اللہ
مارچ ۲۰۰۱ء
ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

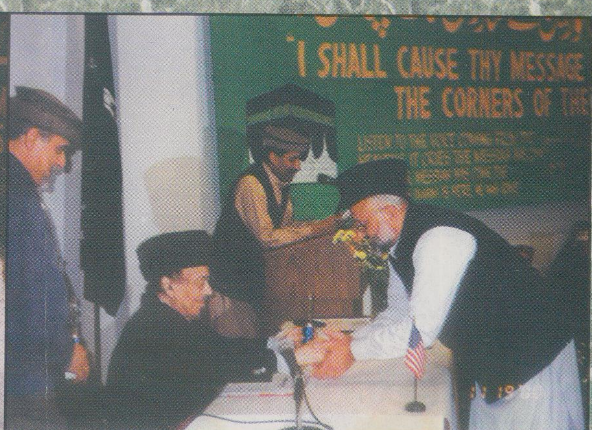


حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر



مجلس انصار اللہ امریکہ کی مجلس شوریٰ اور سالانہ اجتماع کے مناظر





محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر یو-ایس-اے کی اجتماع انصار اللہ میں شرکت

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ **انصار اللہ**

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

امان ۱۳۸۰ہش

مارچ ۲۰۰۱ء

جلد نمبر-------۴۲

شمارہ نمبر--------۳

اس شمارہ میں

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی چناب نگر (ربوہ)

شرح چندہ

پاکستان: ---------- ستر روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ: ---------- سات روپے

اداریہ

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

تیرھویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ امت مسلمہ کے لئے نہایت درجہ ادبار و تنزل کا دور تھا جب کہ وہ عہد ماضی کی عظمت اور شوکت کھو چکی تھی اور دینی، علمی، اخلاقی اور روحانی اقدار سے محرومی کے علاوہ معاشی اور سیاسی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی کفر و الحاد کا غلغلہ تھا، عیسائیت اور لادینی طاقتیں دنیا کے ہر خطے میں دندناتی پھر رہی تھیں۔ قومی وحدت اور اتحاد قصہ پارینہ بن چکے تھے اور اس کے تفرقہ اور باہمی اختلافات کو دیکھ کر طاغوتی طاقتیں پُر امید تھیں کہ وہ بہت جلد پوری دنیا پر غالب آ جائیں گی چنانچہ اسی زمانہ میں مشہور عیسائی مناد مسٹر جان ہنری بیروز کے جگہ جگہ لیکچرز اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ:

''صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان میں ضوافگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتّٰی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی.........'' (بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲)

جب کہ بزم جہاں کو علوم سے روشن کرنے والی امت خود علوم سے محروم تھی دنیا کو تہذیب و تمدن سکھانے والے غیر متمدن قرار پا چکے تھے۔ دنیا بھر کی سیادت کرنے والے اغیار کی رہبری اختیار کرنے لگے۔ اتحاد و وحدت کے اوصاف سے آراستہ جہانبانی کرنے والی قوم خود پارہ پارہ ہو چکی تھی یہ وہ وقت تھا جب اس حالت زار پر مرثیے تو لکھے جا رہے تھے۔ مگر کوئی حامی دین متین موجود نہ تھا۔ نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی نوید پوری ہو۔ اور اہل فکر و دانش پکار رہے تھے۔

آنے والے آ زمانے کی امامت کے لئے

یہی وہ وقت تھا جب مصلح کی انتظار بڑی شدت سے کی جا رہی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو مامور کیا۔ آپ نے فرمایا:

''وجئت فی وقت............ وکان الناس اخذو اطرق الالحاد والاباحة والفساد وترکوا سبیل الرشد والصلاح والسداد.........'' (دافع الوساوس آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶)

یعنی میں ایسے وقت میں آیا ہوں جب لوگوں نے الحاد، اباحت اور فساد کے راستے اختیار کر لئے تھے اور رشد و صلاح اور سیدھے راستے کو چھوڑ دیا تھا۔ نیز فرمایا:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت　　میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پس عین تقاضائے وقت پر مامور زمانہ نے ۱۱۲ سال قبل مارچ ۱۸۸۹ء میں سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھی اور آج یہ سلسلہ تمام دنیا پر محیط ہے۔

امام الکلام

’’خدا تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو‘‘

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

’’سو یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا- وہ خود فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ ”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا‘‘ جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کے لئے مستعد ہیں ان کے لئے ذلت اور خواری مقدر ہے- انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں وہ بے وقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرات کسی کذاب میں ہو سکتی ہے- وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کے لئے طیار ہو جائے- یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بشاش ہوں گے- کون ہے دوست؟ وہی جس نے نشان دیکھنے سے پہلے قبول کیا اور جس نے اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزارہا نشان دیکھ لئے ہیں- سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی- اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غمخوار ہوئے اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجالائے خدا تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو- اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا- مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی- تب اسی قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے- میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حَکَم بناتا ہے اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آ گیا ہے‘‘ (آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۴۹-۳۵۰)

کلام الامام

''امید کا پیغام''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..........فرماتے ہیں:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کام یہ بھی تھا کہ امید کا پیغام لائے گا اور مایوسی اور ناامیدی کو مٹا دے گا- اور دنیا میں امید کے خیالات کی رَو چلائے گا- اب ہر وہ شخص جو امید کے مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہے- حضرت مسیح موعود کا ساتھ دے کر ابلیس کا سر کچلتا ہے- اور ہر وہ شخص جو مایوسی اور ناامیدی کو اپنا شعار بناتا ہے اس وجود کو زندہ کرتا ہے جسے مارنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے- اسی طرح ہر ایک وہ شخص جو اپنے اعمال کے وسیع نتائج پر نگاہ نہیں ڈالتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام میں روکاوٹ ڈالتا ہے- اور ہر وہ شخص جو ہر ایک فعل کے وسیع نتائج پر نظر ڈالتا اور اس بات کا موازنہ کرتا ہے کہ اس سے روحانی اور دنیوی نتیجہ کیا نکلے گا- اور جس کام کا انجام اچھا ہوتا ہے اسے اختیار کرتا ہے- وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کام میں مدد دیتا ہے- پس میں اپنے تمام دوستوں اور بھائیوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس پیغام کو یاد رکھیں جسے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آئے تھے- اور وہ پیغام ابلیس کا سر کچلنا اور امید و رجا کے جذبات پیدا کرنے کا ہے-

یاد رکھنا چاہیئے کہ امید خوف اور خشیت کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتی ہے کوئی امید بغیر خوف کے نہیں ہوسکتی کیونکہ امید کہتے ہی اسے ہیں جب غالب طور پر خیال ہو کہ ایسا ہو جائے گا- انسان سمجھتا ہے سامان موجود ہیں مگر ممکن ہے کوئی روک پیدا ہو جائے- تو امید کا لفظ اپنے اندر خوف اور خشیت رکھتا ہے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امید کے مقام پر جماعت کو کھڑا کیا اور مایوسی سے نکالنے کی کوشش کی ہے- بعض لوگوں کے لئے یہ زمانہ مایوسی اور ناامیدی کا زمانہ ہے اگر اس قوم کے لئے یہ زمانہ مایوسی کا زمانہ نہ ہوتا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے مبعوث ہوئے تو پھر آپ کے متعلق یہ پیشگوئی بھی نہ ہوتی کہ آپ ابلیس کا سر کچلیں گے- جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو خود مسلمان کہہ رہے تھے کہ سو سال کے اندر اندر عیسائیت اسلام کو کھا جائے گی......مگر آج دیکھو کیسی کایا پلٹ گئی ہے- خواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان لوگوں نے مانا یا نہ مانا- مگر وہ امید کی بارش جو آپ نے دنیا میں برسائی اس سے متاثر ہوئے بغیر وہ بھی نہ رہے-..........'' (خطبات محمود جلد ۱۰ صفحہ ۴۹-۵۰ خطبہ فرمودہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء)

عربی منظوم کلام

وَاَرْسَلَنِیْ رَبِّیْ لِاِصْلَاحِ خَلْقِهٖ   فَیَا صَاحِ لَا تَنْطِقْ هَوًی وَتَصَبَّرُ

اور خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں مخلوق کی اصلاح کروں۔ پس اے میرے صاحب! نفسانی طور پر بات مت کر اور صبر سے میرے کام میں فکر کر

وَ یُنْصَرُ مَظْلُوْمٌ بِآخِرِ اَمْرِهٖ   وَلَا سِیَّمَا عَبْدٌ مِّنَ اللّٰهِ مُنْذِرُ

اور مظلوم آخر کار مدد دیا جاتا ہے۔ بالخصوص وہ بندہ جو خدا کی طرف سے ہے۔

اِذَا مَا بَکَی الْمَعْصُوْمُ تَبْکِی الْمَلَائِكُ   فَکَمْ مِّنْ بِلَادٍ تُهْلَکَنَّ وَ تُجْذَرُ

جب معصوم روتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے روتے ہیں۔ پس بہت بستیاں ہلاک کی جاتی ہیں اور اجاڑی جاتی ہیں۔

اِذَا ذَرَفَتْ عَیْنَا تَقِیٍّ بِغُمَّةٍ   یُفَرَّجُ کَرْبٌ مَّسَّهٗ اَوْ یُبَشَّرُ

جب ایک متقی کی آنکھیں غم کی وجہ سے آنسو جاری کرتی ہیں تو وہ بے قراری اس سے دور کی جاتی ہے یا بشارت دی جاتی ہے

عَلَی الْاَرْضِ قَوْمٌ کَالسُّیُوْفِ دُعَائُهُمْ   فَمَنْ مَسَّ هٰذَا السَّیْفَ بِالشَّرِّ یُبْتَرُ

زمین پر ایک قوم ہے کہ تلواروں کی طرح ان کی دعا ہے۔ پس جو شخص اس تلوار کو چھوتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے۔

تَرٰی کَیْفَ نَرْقٰی وَالْحَوَادِثُ جُمَّةٌ   وَیُهْلَكُ مَنْ یَّبْغِیْ هَلَاکِیْ وَ یَمْکُرُ

تو دیکھتا ہے کہ ہم کیونکر ترقی کر رہے ہیں حالانکہ حوادث چاروں طرف سے جمع ہیں اور جو شخص میری ہلاکت چاہتا ہے اور مکر کرتا ہے وہ ہلاک کیا جاتا ہے۔

لَنَا کُلَّ آنٍ مِّنْ مُّعِیْنٍ حِمَایَةٌ   نُغَادِرُ صَرْعٰی مَاکِرِیْنَ وَ نَظْفَرُ

ہمارے لئے ایک مددگار کی طرف سے حمایت ہے۔ ہم مکر کرنے والوں کو گرا دیتے ہیں اور فتح پاتے ہیں۔

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۴۷ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷۸-۱۷۹)

فارسی منظوم کلام

○

آں خدا کیں عاجزے را چیدہ است   رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے اس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

مردم و جاناں پس از مُردن رسید   گم شدم آخر رُخے آمد پدید

جب میں مر گیا تو مرنے کے بعد میرا معشوق آ گیا۔ جب میں فنا ہو گیا تو اس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا

سیلِ عشقِ دلبرے پُرزور بود   غالب آمد رختِ ما را در ربود

دلبر کے عشق کی رَو زوروں پر تھی۔ وہ غالب آ گئی اور ہمارا سب سامان بہا کر لے گئی

من ندارم مایۂ کردارہا !   عشق جوشید و ازو شد کارہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں۔ بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے

بہرِ من شد نیستی طُورِ خدا   چوں خودی رفت آمد آں نُورِ خدا

میرے لئے نیستی ہی خدا کا طور بن گئی۔ جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نور آ گیا

رُو بدو کردم کہ رُو آں رُوئے اوست   ہر دلِ فرخندہ مائل سُوئے اوست

میں نے اسی کی طرف اپنا رخ پھیر لیا کیونکہ دیکھنے کے لائق وہی چہرہ ہے اور ہر مبارک دل اس کی طرف مائل ہے۔

در دو عالم مثلِ اُو روئے کجاست   جز سرِ کوئش دگر کوئے کجاست

دونوں جہاں میں اس کی طرح کا کوئی چہرہ کہاں ہے؟ اور اس کے کوچہ کے سوا اور کوئی کوچہ کہاں ہے؟

(سراج منیر صفحہ ۹۷ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۹۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبادتِ الٰہی

حضرت مفتی محمد صادق..........کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء سے ماخوذ

حضرت مفتی محمد صادق صاحب..........کا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ساتھ نہایت گہرا تعلق محبت و رفاقت رہا ہے۔ آپ نے حضرت اقدس کی عبادت الٰہی کا جو مشاہدہ کیا اسے آپ کی ہی ایک تقریر سے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:-

تعریف عبادت: لفظ عبادت ان احساسات حرکات اقوال افعال اور اعمال کا نام ہے جو انسان کے اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو اسے اپنے خالق و مالک حقیقی کے ساتھ بلحاظ اس کا عبد ہونے کے ہے۔ جس قدر محبت ایک انسان کو اپنے رب کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کا اظہار اس کے چہرہ اس کے اعضاء اس کی گفتگو اس کے کام اور اس کے جذبات سے ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا یہی مقصد قرار دیا ہے کہ وہ عبودیت کے حق کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا خاص اور مخلص عبد بن جائے..........

عبادت ایک وسیع لفظ ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ انسان دن رات یا کسی ایک وقت یا بعض مقررہ اوقات یا ایام میں خدا کی تعریف میں کچھ الفاظ کہے اور اس کے احسانات کا شکریہ کرے اور اس سے اپنے بعض ضروریات طلب کرے۔ بلکہ حقیقی طور پر عبد وہ ہے جو ہر قوت عبودیت میں رہے اور اس کے تمام حرکات سکنات افعال اقوال خیالات جذبات احساسات اللہ تعالیٰ کے لئے اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اور اسی ذات پاک کی مرضی اور حکم کے ماتحت اور مطابق چل رہے ہوں۔

ظاہری عبادات: سب سے اول میں اس ظاہری عبادت کے ذکر کو لیتا ہوں جو وضو نماز روزہ پر مشتمل ہے اور جو آپ سب کے ساتھ لوگوں کے دیکھنے میں بجالاتے تھے۔ اس میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام لوگوں پر اپنے جذبات کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیتے تھے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز باجماعت میں یا لوگوں کے سامنے کسی نماز میں اپنے خشوع و خضوع کو اس حد تک ظاہر کریں کہ آپ کے آنسو ٹپکنے لگیں یا آپ کی گریہ کی آواز سنائی دے ایک دفعہ سورج کو جب پورا گرہن لگا اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی تو..........قادیان میں نماز کسوف ادا کی گئی۔ امام نماز مولوی محمد احسن..........تھے۔ انہوں نے سورہ فاتحہ اور قرآت بالجہر پڑھی اور بعض دعائیں بھی بالجہر کیں جس سے اکثر نمازیوں پر حالت وجد طاری ہوئی۔ بہتیرے نماز میں رو رہے اور دعائیں کر رہے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ میں ان کے دل رقیق ہو رہے تھے۔ کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کو پورا ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحم سے یہ توفیق عطا ہوئی ہے کہ ہم اس سے فائدہ اٹھانے والے اور خدا تعالیٰ کے فرستادہ کو قبول کرنے والے ہیں۔ غرض اکثر

لوگ گریہ وبکا میں مصروف تھے۔مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے ساتھ اس نماز میں شامل تھے اور میں حضور کے پہلو بہ پہلو کھڑا تھا آپ کی کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی اور نہ جسم میں ایسی حرکات تھیں جو ایسی رقت کی حالت میں بعض دفعہ انسان پر طاری ہو جاتی ہیں ایسا ہی دوسری نمازوں میں یہ حال تھا جو نماز آپ لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے اس کو آپ چنداں لمبا نہ کرتے تھے۔حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری.........کی وفات سے چند روز قبل ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے......... ایک نماز کی امامت کرائی۔نماز کے ختم ہونے پر فوراً مولوی عبداللہ صاحب تبسم کرتے ہوئے آگے بڑھے اور فرمانے لگے آپ نے بعینہٖ ایسی مختصر نماز پڑھائی جیسا کہ ابتدائی زمانوں میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھایا کرتے تھے۔جب کہ ہنوز آپ کا کچھ دعویٰ نہ تھا اور آپ براہین احمدیہ لکھا کرتے تھے اور میں کئی کئی ماہ متواتر حضور کی خدمت میں ٹھہرا کرتا تھا اور نماز کے اندر صرف تین یا چار آدمی ہوتے تھے تب بھی ہمیشہ نہیں لیکن گاہے گاہے حضور خود نماز پڑھایا کرتے تھے۔دعویٰ کے بعد بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ حضور نے خود نماز پڑھائی ہو۔حضرت مولوی عبدالکریم.........، حضرت مولوی نورالدین.........، حضرت مولوی محمد احسن.........، مولوی حکیم فضل الدین......... پیش امام نماز ہوا کرتے تھے۔ایام مقدمہ کرم الدین میں جب کہ یہ بزرگ ساتھ نہ ہوتے تھے۔کئی ماہ تک عاجز پیش امام نماز ہوتا رہا لیکن جنازوں کی نماز ہمیشہ حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھایا کرتے تھے۔نمازوں کے اوقات کی پابندی کا آپ پورا خیال رکھتے تھے۔پانچوں وقت کی نماز کے واسطے.........تشریف لاتے تھے۔مگر وضو ہمیشہ گھر میں کر کے......... جاتے تھے۔جمعہ کے دن پہلی سنتیں بھی گھر میں پڑھ کر......... تشریف لے جایا کرتے تھے۔جب تک (بیت) مبارک تیار نہیں ہوئی۔آپ سب نمازوں کے واسطے بڑی (بیت اقصیٰ) کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔نماز میں آپ آمین بالجہر نہ کرتے تھے لیکن کرنے والوں کو روکتے بھی نہ تھے۔رفع یدین نہ کرتے۔لیکن کرنے والے کو روکتے نہ تھے۔ہاتھ سینے پر باندھتے تھے لیکن نیچے باندھنے والے کو نہ روکتے تھے۔حضرت مولوی عبدالکریم.........جو سالہا سال تک آپ کے نماز میں پیش امام رہے۔اور جن کو خدا کی پاک وحی میں لیڈر کا خطاب ملا تھا۔ہمیشہ بسم اللہ اور آمین بالجہر کرتے اور فجر اور مغرب اور عشاء میں بالجہر قنوت پڑھتے اور گاہے گاہے رفع یدین کرتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (البیت) میں ان امور کو موجب اختلاف نہ گردانا جاتا تھا جو (احباب) کرتے تھے ان کو کوئی روکتا نہ تھا۔جو نہ کرتے تھے۔ان سے کوئی اصرار نہ کرتا تھا کہ ایسا ضرور کرو۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں جلدی نہ کرتے تھے بلکہ سکون کے ساتھ آہستگی سے رکوع اور سجدے میں جاتے اور آہستگی کے ساتھ اٹھتے تھے۔

جمع نماز: ایک دفعہ ایک کتاب کی تصنیف میں جس کا بہت جلد شائع کرنا ضروری تھا اور رات دن پریس اس کی خاطر چلتا تھا۔آپ کو اس قدر مصروفیت ہوئی کہ مجبوراً وقت کی کمی کے سبب آپ نے نمازیں جمع کرنی شروع کیں اور ساری جماعت نے بھی آپ کے ساتھ نمازیں جمع کیں۔اور کئی ماہ تک متواتر کسی تصنیف کے وقت یہ سلسلہ جاری رہتا اور اتنا لمبا چلتا کہ ہم سمجھتے اب ہمیشہ کے واسطے نمازیں جمع ہونے کا مسئلہ ہو جائے گا اس وقت ایک صاحب نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بھی نکال کر دکھائی

جس میں لکھا تھا کہ مسیح کی خاطر نمازیں جمع کی جائیں گی۔

وفات سے دو تین سال قبل جب کہ حضور نماز مغرب وعشاء کے واسطے باہر (البیت) تشریف نہ لا سکتے گھر کے اندر عورتوں اور اولاد کو جمع کر کے نماز پڑھاتے اور مغرب وعشاء جمع کی جاتی جمع کے واسطے عموماً مغرب کا وقت تھوڑا سایہ گذار کر وہ نمازیں پڑھ لی جاتی تھیں۔ مگر ایسا بھی ہوتا کہ مغرب اپنے وقت پر پڑھ کر عشاء ساتھ ملائی جاتی یا عشاء کے وقت مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھ لی جاتی تھیں۔

جب نمازیں جمع ہوتیں تو پہلی درمیانی اور آخری کوئی سنتیں نہ پڑھتے تھے صرف فرض پڑھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے ظہر کے وقت پہلی سنتیں پڑھنی شروع کر دیں تو حضور نے دو دفعہ فرمایا نماز جمع ہو گی سنتوں کی ضرورت نہیں پس میں نے سلام پھیر دیا اور سنتیں نہ پڑھیں۔

روزہ: آپ روزہ رکھنے میں بہت پابند تھے۔ اگر سحری کے وقت کھانا کھاتے ہوئے اذان ہو جائے تو پھر آپ کھانا چھوڑ دیتے تھے لیکن کمزوروں کو اجازت دیتے تھے کہ وہ روزہ نہ رکھیں حاملہ عورتوں اجازت دیتے تھے کہ روزہ اس وقت نہ رکھیں ایک دفعہ رمضان شریف میں سخت گرمیوں کے لمبے دن تھے تو مجھے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کا جسم کمزور ہے آپ ان دنوں میں روزہ نہ رکھا کریں اس کے عوض سردیوں میں رکھ لیں۔ دینی معاملات میں آپ سختی نہ کرتے تھے۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ کے مطابق آپ کے احکام ہوتے تھے گو اپنے نفس پر آپ بڑی بڑی تکالیف ڈالتے تھے مگر دوسروں کو ایسا حکم نہ دیتے تھے۔

نماز جنازہ: نماز جنازہ میں آپ دعا کو لمبا کرتے تھے یہاں تک کہ بعض دفعہ ہمیں شخص متوفی پر رشک پیدا ہوتا کہ کاش یہ میرا جنازہ ہوتا اور یہ سب دعائیں میرے حق میں ہوتیں ایک دفعہ بعد نماز جنازہ ایک شخص نے اپنے واسطے دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ میں نے تو تم سب کا جنازہ پڑھ دیا ہے مطلب یہ تھا کہ صرف میت کے واسطے دعا نہیں کی بلکہ جس قدر (احباب) نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے ان سب کے واسطے بھی دعا کر دی ہے۔

مخفی عبادت: ایک حصہ عبادت کا وہ ہے جس میں انسان کی عبادت عام طور پر دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ مخفی طور پر انسان اپنے خالق و مالک کے آستانہ پر ایسا گرتا ہے کہ بس اسی کا ہو جاتا اس کا دل ہر وقت خدا کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ دست در کار دل بایار کا وہ ایک کامل اور مجسم نمونہ ہوتا ہے ایسی ہی عبادت میں نماز تہجد بھی ہے کہ پچھلی رات کو جب کہ سب لوگ آرام سے سوئے ہوتے ہیں انسان محض رضاء الٰہی کے واسطے اٹھتا ہے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی اور وضو کرتا ہے اور عالم خاموشی میں اپنے رب کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے اور اس سے دعا کرتا ہے۔ حافظ حامد علی صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود کے پرانے نوکر تھے اور حضور کے پاس صرف چار روپے ماہوار اور کھانے پر ملازم تھے۔ فرمایا کرتے تھے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ میں پہلی رات حضرت صاحب کے پاؤں

دبانے کے واسطے آپ کی چارپائی پر بیٹھ جاتا تھا مگر پاؤں دباتے دباتے خود بھی اسی چارپائی پر اونگھنے لگتا تھا اور سو جاتا تھا۔ حضرت صاحب کبھی مجھے نہ جھڑکتے' نہ خفا ہوتے' نہ اٹھاتے بلکہ تمام رات میں وہاں سویا رہتا اور معلوم نہیں خود حضرت صاحب کس حالت میں گذار دیتے تھے مگر میں آرام سے سویا رہتا تھا تہجد کے وقت حضور ایسی آہستگی اور خاموشی سے اٹھتے کہ مجھے کبھی خبر نہ ہوتی لیکن گاہے گاہے جبکہ آپ کی آواز خشوع وخضوع کے سبب بے اختیار بلند ہوتی مجھے خبر ہو جاتی اور میں شرمندہ ہو کر اٹھتا لیکن اگر میں بے خبری میں سویا رہتا تو حضور مجھے نماز فجر کے وقت اٹھاتے اور.........ساتھ لے جاتے۔

تکرار دعا: حافظ حامد علی صاحب یہ بھی فرمایا کرتے کہ حضور نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم کا بہت تکرار کرتے اور سجدہ میں یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا بہت تکرار کرتے بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاح اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے اور بار بار روتے ہوئے اپنی مطلوبہ چیز کو دہرائے ایسا ہی حضرت صاحب کرتے۔ عموماً پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھا کرتے تھے سجدہ کو بہت لمبا کرتے اور بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس گریہ وزاری میں آپ پگھل کر بہہ جائیں گے۔

تہجد: نماز تہجد کے واسطے آپ بہت پابندی سے اٹھا کرتے تھے کہ تہجد کے معنے ہیں سو کر اٹھنا جب ایک دفعہ آدمی سو جائے اور پھر نماز کے واسطے اٹھے تو وہی اس کا وقت تہجد ہے آپ تہجد کے بعد سوتے نہ تھے صبح کی نماز تک برابر جاگتے رہتے آخری عمر میں آپ ایک دفعہ تہجد کے واسطے اٹھے تو کمزوری کے سبب گر گئے اور چوٹ لگ گئی تب الہام ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ تہجد معاف ہے۔

خلوت کی عبادت: نماز تہجد کی خلوت کے علاوہ دن کے وقت عموماً آپ ایک وقت بالکل علیحدگی میں عبادت میں گذارتے تھے۔ آپ کی رہائش کے کمرے کے ساتھ جو چھوٹا سا کمرہ بیت الدعا کا ہے اسے اندر سے بند کر کے دو گھنٹہ کے قریب بالکل علیحدگی میں مصروف عبادت رہا کرتے تھے۔ ایام سفر میں بھی آپ کے واسطے کوئی چھوٹا سا کمرہ خلوت کے واسطے بالکل الگ کر دیا جاتا۔ مقدمہ کرم الدین کے زمانہ میں جب کہ کئی ماہ تک گورداسپور میں قیام رہا اس وقت جو مکان کرایہ پر لیا گیا تھا اس کے دروازہ سے داخل ہوتے ہی بائیں طرف ایک چھوٹا سا کمرہ اس غرض کے واسطے الگ کر دیا تھا جس میں حضور عموماً ۱۰ بجے سے ۱۲ بجے تک روزانہ بالکل علیحدگی میں مصروف بہ عبادت و دعا رہتے تھے ابتدائی زمانہ میں جب کہ ہنوز کچھ شہرت آپ کی نہ تھی اور آدمیوں کی کچھ آمد ورفت نہ تھی اس وقت آپ عموماً تلاش خلوت میں باہر جنگل میں چلے جایا کرتے اور علیحدگی میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کرتے۔

نفلی روزے: رمضان شریف کے روزوں کے سوا آپ اور بھی روزے رکھتے تھے۔ اور ایسے روزوں کو عموماً دوسروں سے مخفی رکھتے تھے۔ رات دن (البیت) میں گزارتے تھے اور گھر والوں کو بھی خبر نہ ہوتی تھی کہ آپ نے روزہ رکھا ہوا ہے جب دوپہر کا کھانا آتا تو آپ آدھا ایک فقیر کو دے دیتے جو یہ خیال کرتا کہ نصف مجھے دیا ہے نصف خود کھائیں گے اور ایک دوسرے فقیر کو مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ ایک گھنٹہ کے بعد آئے اور یہ خیال کرتا تھا کہ حضور نے آدھا کھانا کھا لیا ہے اور باقی کا آدھا میرے لئے رکھا ہے اس طرح سب سے

مخفی رکھتے تھے اور سحری کے وقت کچھ نہ کھاتے تھے اور افطاری کے وقت بھی بہت تھوڑا کھانا کھاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ روزے میں جب کہ ہم کو بھوک کے سبب ضعف ہو جاتا تو غنودگی کی سی حالت طاری ہوتی اور ایک فرشتہ کچھ کھلا دیتا جس سے نہ صرف بدن میں طاقت پیدا ہو جاتی بلکہ بیداری کے وقت اس کھانے کی لذت اور ذائقہ دیر تک زبان پر قائم رہتا۔

توجہ الیٰ اللہ: جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کے درمیان بیٹھتے تھے اس وقت بھی آپ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی تھی اکثر زبان پر الفاظ سبحان اللہ سبحان اللہ جاری رہتے تھے لوگوں سے باتیں کرتے تھے مگر وہ صرف حسنِ اخلاق کے واسطے تھا ان باتوں میں آپ کی گہری توجہ نہ ہوتی تھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ ایک شخص بھیرہ کو جا رہا ہے اس سے دریافت کرتے تھے بھیرہ کہاں ہے کتنی دور ہے رستہ میں کہاں کہاں گاڑی تبدیل ہوگی یہ سب باتیں دریافت کرتے تھے لیکن اس سے دوسرے یا تیسرے روز اگر کوئی شخص پھر بھیرہ جانے والا ہوتا تو پہلے شخص کے ساتھ جو گفتگو ہو چکی تھی وہ آپ کو کچھ یاد نہ ہوتی اور اس شخص سے پھر وہی باتیں دریافت کرتے جو کہ پہلے سے دریافت کر چکے تھے۔

تبتل الی اللہ کا پورا نمونہ آپ کی زندگی میں قائم تھا دنیا اور اس کے تمام علائق سے قطع تعلق کر کے آپ بالکل اللہ کے ساتھ مل چکے تھے اگرچہ دنیوی امور کے لحاظ سے تمام اسباب کو مہیا کرتے تھے مگر پھر بھی آپ کا بھروسہ کسی سبب پر نہ ہوتا تھا۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ پر آپ کا بھروسہ تھا اور اسی کی طرف جھکے رہتے تھے۔

....

آخری نماز: آپ کا آخری کام بھی دنیا میں عبادت الٰہی ہی تھا۔ آپ کی وفات کے وقت میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا۔ جب تک آپ بول سکتے تھے سوائے اس کے کوئی لفظ آپ کے منہ پر نہ تھا کہ اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ۔ آخری نصف شب اس حالت میں گذری یہاں تک کہ گلے کی خشکی کے سبب بولنا دشوار ہو گیا جب کمرے میں فجر کی کچھ روشنی آپ نے دیکھی تو فرمایا "نماز" اس وقت یہ عاجز حضور کے پاؤں دبا رہا تھا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (ہمارے......خلیفۃ المسیح) نے جو سرہانے کے قریب بیٹھے تھے۔ یہ سمجھا مجھے فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا نماز پڑھ لو انہوں نے عرض کی میں نماز پڑھ چکا ہوں آپ نے دوبارہ فرمایا نماز اور ہاتھ سینے پر باندھ کر نماز پڑھنی شروع کی اس کے بعد حضور نے پھر کوئی کلمہ نہیں بولا یہاں تک کہ آٹھ بجے کے قریب حضور کا وصال اپنے حقیقی معبود اور محبوب کے ساتھ ہو گیا پس آپ کا آخری فعل بھی اس دنیا میں عبادت ہی تھا خلوت میں بھی آپ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور جلوت میں بھی آپ عبادت الٰہی میں لگے رہتے تھے آپ کا جینا بھی عبادت الٰہی میں تھا اور آپ کا فوت ہونا بھی عبادت الٰہی میں ہوا۔ (اخبار الفضل قادیان ۳ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۴ تا ۷)

....

جوامع الکلم

دین حق کی نشأۃ ثانیہ ---ایک عظیم الشان پیشگوئی

از: مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب استاذ الجامعہ

''لَوْكَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَآءِ''

(بخاری کتاب التفسير باب قوله واخرين منهم لما يلحقوابهم)

ہمارے سید مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم نہ صرف کئی بطون اور معانی کے جہان اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں بلکہ ان کا دامن زمان ومکان کی وسعتوں کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہے- مذکورہ بالا کلمات اس کا ایک نمونہ ہیں اس کے ساتھ مختلف طریق سے آنے والی قراءتیں اس وسعت پذیری کا اس طرح بھی پتہ دیتی ہیں کہ ایسے مواقع پر الفاظ کا اختلاف تنوع اور معانی کی کثرت کو بھی ظاہر کرتا ہے- جیسے اسی حدیث کی بعض قراتوں میں ایمان کی بجائے دین، علم اور امانت کے بھی اٹھنے کا ذکر ملتا ہے-

(فتح الباری شرح بخاری زیر حدیث ہذا)

پس چاہے ایمان کے اٹھنے کا ذکر ہو یا دین کا یا علم قرآن کا یا امانت کا اصل سوال یہ ہے کہ جب یہ تنزل کا زمانہ ہوگا تو پھر نور ایمان کہاں سے حاصل ہوگا؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مِنْ ھٰؤُلَآءِ یعنی ایمان کی دولت ان لوگوں کے ذریعہ دوبارہ حاصل ہوگی- یہ ھٰؤُلَآءِ کون ہیں؟

فتح الباری میں لکھا ہے اس سے مراد بنی فارس ہیں یعنی جو حضرت سلمان فارسیؓ کی قوم سے ہوں گے- کرمانی شرح بخاری میں لکھا ہے وہ غیر عرب یعنی عجمی ہوں گے- عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین ہوں گے- بعض نے کہا حضرت سلمان فارسی کی نسل کے لوگ ہیں- بعض نے کہا تمام وہ لوگ مراد ہیں جو صحابہ کے بعد ہوں گے- ایک گروہ نے یہ بھی کہا ہے کہ قیامت تک جو بھی ایمان لائے گا وہ اس میں شامل ہے- (عمدۃ القاری شرح بخاری جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۵)

فتح الباری شرح بخاری میں ہے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں گداز ہوں گے- نیز لکھا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کرنے والے اور آپ پر بکثرت درود وسلام بھیجنے والے ہیں-

(فتح الباری شرح بخاری جلد نمبر ۸ صفحہ ۶۴۳)

ہادی کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسلمانوں کے تنزل اور ادبار کی خبریں دے کر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا اور بطور نذیر اپنی امت کو ان پیش آمدہ خطرات سے ہوشیار کیا وہاں آپ نے بطور بشیر یہ نوید مسرت بھی سنائی کہ اگرچہ مسلمانوں میں عمومی بگاڑ بہت ہوگا مگر اس کے ساتھ ایک ایسے گروہ کے ہمیشہ رہنے کی بشارت دی گئی جو لباس تقویٰ سے مزین ہوگا اور پھر اس مضمون کو اس طرح آپ نے عروج ثریا تک پہنچایا کہ جب اسلام پر ہر طرف سے حملے ہوں گے اور اسلام غربت اور مسکینی کی حالت میں ہوگا تو

آپ کی نمائندگی میں آپ کا غلام کامل اور بروز ظاہر ہوگا جو اپنی قوت ایمانی اور ثبات قدم کی وجہ سے ایک جماعت بن جائے گا اور جس سے ایک بہار آئے گی جس کا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں ذکر فرمایا:

بہار آئی ہے وقت خزاں میں　　　کھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے ''لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ مِنْ فَارِسٍ'' یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا اس سن ہجری میں شروع ہوگا جو آیت ''وَعَلٰی ذَھَابٍ بِہٖ لَقٰدِرُوْنَ'' (المومنون-۱۹) میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ۔ اس مقام کو غور سے دیکھو اور جلدی سے نکل نہ جاؤ اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے سینوں کو کھول دے۔ آپ لوگ تھوڑے سے تامل کے ساتھ اس بات کو سمجھ سکتے ہو کہ حدیثوں میں یہ وارد ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن زمین سے اٹھا لیا جائے گا اور علم قرآن مفقود ہو جائے گا اور جہل پھیل جائے گا اور ایمانی ذوق اور حلاوت دلوں سے دور ہو جائے گی .... پھر .... یہ .... بھی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی جا ٹھہرے گا یعنی زمین پر اس کا نام ونشان نہیں رہے گا تو ایک آدمی فارسیوں میں سے اپنا ہاتھ پھیلائے گا اور وہیں ثریا کے پاس سے اس کو لے لے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب جہل اور بے ایمانی اور ضلالت جو دوسری حدیثوں میں دخان کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے دنیا میں پھیل جائے گی اور زمین میں حقیقی ایمانداری ایسی کم ہو جائے گی کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ہوگا تب ضروری ہے کہ فارس کی اصل سے ایک شخص پیدا ہو اور ایمان کو ثریا سے لے کر پھر زمین پر نازل ہو۔ سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم نہیں ہے جس نے عیسیٰ بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا کیونکہ اس نے مخلوق میں سے اپنی روحانی والدہ کا تو منہ دیکھا جس کے ذریعہ سے اس نے قالب اسلام کا پایا لیکن حقیقت اسلام کی اس کو بغیر انسانوں کے ذریعہ کے حاصل ہوئی تب وہ وجود روحانی پا کر خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا.......... اور پھر ایمان اور عرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا اور زمین جو سنسان پڑی تھی اور تاریک تھی اس کے روشن اور آباد کرنے کے فکر میں لگ گیا پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسلِ اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۵۵-۴۵۶)

پھر حضرت اقدس علیہ السلام اس مضمون کو یوں کھولتے ہیں۔ فرمایا۔

''اس جگہ یہ نکتہ یادر ہے کہ ایک و اخرین منہم میں آخرین کالفظ مفعول کے محل پر واقع ہے..........یعنی ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور بھی ہیں جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہوگا ور جیسے نبی کریم صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت ؐ اس گروہ کو بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے-یعنی وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور فقراء کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہے گی-تب خدا تعالیٰ کسی نفس سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف نبی کریمؐ کی روحانیت سے کمال روحانی تک پہنچادے گا اور اس کو ایک گروہ بنائے گا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کرے گا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت صلعم کی ہی زراعت ہوگی اور آنحضرت صلعم کا فیضان ان میں جاری وساری ہوگا اور صحابہ سے وہ ملیں گے یعنی اپنے کمالات کی رُو سے ان کے مشابہ ہو جائیں گے اور ان کو خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہی موقعے ثواب حاصل کرنے کے حاصل ہو جائیں گے جو صحابہ کو حاصل ہوئے تھے اور بباعث تنہائی اور بے کسی اور پھر بہ ثابت قدمی کے اسی طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق سمجھے جائیں گے جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور فتنوں اور بے ایمانی کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازوں کو وہی مشکلات پیش آجائیں گی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھیں اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانے کے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہوں گے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس میں بباعث رعب اور شوکت سلاطین اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور ان کے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اول زمانہ کے مشابہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر غربت طاری ہو جائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا بلاؤں کے مقابلہ پر ان کے لئے نہ ہوگا سو ان کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا مضبوط اور ثابت ہوگا کہ اگر ایمان آسمان پر چلا جاتا تب بھی وہ اس کو زمین پر لے آتے..........سو یہ تعریف کہ وہ ایمان کو آسمان پر سے بھی لے آتے اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جب چاروں طرف بے ایمانی پھیلی ہوئی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت دلوں سے نکل جائے گی مگر ان کا ایمان ان دلوں میں بڑے زور میں ہوگا اور خدا تعالیٰ کے لئے بلاکشی کی ان میں بہت قوت ہوگی اور صدق اور ثبات بے انتہاء ہوگا نہ کوئی خوف ان کے لئے مانع ہوگا اور نہ کوئی دنیاوی اُمید ان میں ان کو سست کرے گی..........اور اس جگہ ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا اللہ جل شانہ نے ظاہر الفاظ آیت میں و آخرین منہم کا لفظ استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں گے وہ آخری زمانہ میں آئیں گے-ایسا ہی اس آیت میں وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے تمام حروف کے اعداد سے جو ۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو آخرین منہم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے نشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کرکے صحابہ سے مناسبت پیدا کرے گا سو یہی سن ۱۲۷۵ ہجری جو آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے حروف کی اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کے بلوغ اور پیدائش ثانی و تولد روحانی کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک چونتیس برس ہوتے ہیں'' (دافع الوساوس' آئینہ کمالات اسلام' مقدمہ حقیقت اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۰۸ تا ۲۲۰)

سیرت حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چند رُوح پَرور واقعات

سال ۱۹۰۱ء کے پیش آمدہ احوال کی روشنی میں

از: مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

بیسویں صدی کے پہلے سال ۱۹۰۱ء کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نشانات سے ہوئی اور اس کا اختتام بھی کامیابیوں اور کامرانیوں پر ہوا اس سال جن حالات کا حضرت اقدسؑ کو سامنا کرنا پڑا اس میں بھی حضرت اقدس کی سیرت کے بعض رُوح پَرور پہلو ہیں جو ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں:

○ **کھیل جو قیامت تک قائم رہے گا:** ''اعجاز المسیح'' کی تصنیف کے دوران ۱۵ فروری ۱۹۰۱ء کی بات ہے۔ تعلیم الاسلام سکول قادیان کے طلبہ کا کرکٹ میچ تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے ایک صاحبزادے نے بچپن کی سادگی میں حضور سے کہا کہ ابا آپ کیوں کرکٹ پر نہیں گئے۔ بچے کا یہ سوال سن کر حضور پُرنور نے جواب دیا۔

''وہ تو کھیل کر واپس آ جائیں گے مگر میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جو قیامت تک قائم رہے گا''

(سیرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۳۸۵)

○ **جذبہ خدمت دین:** ''اعجاز المسیح'' لکھنے کے بعد آپ کی طبعیت نے چاہا کہ دیگر دینی مہمات کی طرف توجہ کرنے سے پہلے کچھ دن آرام کیا جائے۔ ضعف دماغ اور دوسرے عوارض کے باوجود خدمت دین کا آپ کے دل میں ایسا جوش تھا کہ خالی بیٹھے رہنا آپ نے پسند نہ کیا چنانچہ ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو خود ہی فرمایا:۔

''تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا اور ہم چاہتے تھے کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔ مثنوی مولانا رومؒ میں لکھا ہے کہ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کو ہر وقت کوئی مکیاں مارتا رہے۔ ایسے ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے کبھی خدا ان پر کوئی محنت نازل کرتا ہے اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے ان پر محنت نازل ہو۔ نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے کسی کام میں لگا رہے۔'' (الحکم ۳ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲)

○ **جماعت سے محبت:** ۲۵ فروری ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:

''میں اس بات کے پیچھے لگا ہوا ہوں کہ اپنی جماعت کے واسطے ایک خاص دعا کروں۔ دعا تو ہمیشہ کی جاتی ہے۔ مگر ایک نہایت جوش کی دعا کرنا چاہتا ہوں۔ جب اس کا موقعہ مل جائے۔'' (ذکر حبیب صفحہ ۸۴)

○ مہمان نوازی: (۱) حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا۔ بیوی اور دو بچے محمد منظور عمر ۵ سال اور عبدالسلام عمر ایک سال میرے ساتھ تھے۔

''پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا جو حضور کے اوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے اور چونکہ ساتھ ہی کے برآمدہ اور صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اہل بیت رہتے تھے۔ اس واسطے حضرت مسیح موعود کے بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے۔ جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت (اماں جان) حیران ہو رہی تھیں۔ کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے۔ اب ان کو کہاں ٹھیرایا جائے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا۔ اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی۔ جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی تھی۔ اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سنا۔ فرمایا:

''دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہوگئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اسے دکھائی نہ دی۔ اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرند کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ کہ دیکھو یہ مسافر جو آشیانہ کے نیچے زمین پر آبیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا۔ کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں۔ ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں۔ تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا اب ہمیں چاہئیے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا۔ اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ (ذکر حبیب صفحہ ۸۵ تا ۸۷)

(۲) ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب............ کے مطب میں تشریف فرما تھے کہ ایک یورپین سیاح ڈی۔ ڈی۔ ڈکسن وہاں آ گئے۔ حضرت اقدسؑ نے آنے کا سبب پوچھا۔ پتہ چلا کہ عرب' کربلا اور کشمیر کی سیاحت کے لئے آئے ہیں اور آئندہ مصر' الجیریا اور سوڈان جانے کا پروگرام ہے۔ حضورؑ نے ان سے کہا کہ آپ قادیان میں ایک ہفتہ کم از کم

ٹھہریں لیکن وہ صرف ایک رات ٹھہرنے پر رضامند ہوئے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کو گول کمرہ میں ٹھہرایا اور شیخ مسیح اللہ خانساماں صاحب کو ہدایت دی کہ مہمان کی مرضی کے مطابق کھانا تیار کریں۔ عصر کی نماز کے بعد انہوں نے حضرت اقدسؑ کے تین فوٹو لئے۔ دو خدام کے ساتھ اور ایک الگ۔ دوسرے دن ڈکسن صاحب بٹالہ جانے کے لئے روانہ ہوئے تو حضورؑ بھی ان کی مشایعت کے لئے نہر کے پل تک تشریف لے گئے اور انہیں الوداع کہا۔ دوران سیر حضور نے ڈکسن صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ایک پُر جوش تقریر فرمائی جس میں اپنے دعویٰ کی غرض و غایت بتائی کہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے وہ ایک لعلِ تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ نے وہ لعلِ تاباں مجھے دیا ہے اور مجھے اس نے مامور کیا ہے کہ میں دنیا کو اس لعلِ تاباں کے حصول کی راہ بتادوں۔ اس راہ پر چل کر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً اس کو حاصل کرے گا۔ فلاسفر آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ مگر میں اس سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں۔

مسٹر ڈکسن حضرت اقدسؑ کے دینی خیالات، آپ کے حسن سلوک اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا اور بالخصوص یہ دیکھ کر تو وہ دنگ ہی رہ گیا کہ کس طرح آپ کی شخصیت نے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جس میں دنیاوی اعتبار سے کوئی کشش موجود نہیں مشرقی و مغربی علوم کے ماہر جمع کر دیئے ہیں۔ (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۳،۴)

○ **ہمدردی بنی نوع انسان:** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین تو آپ کو ختم کرنے اور آپ کے سلسلہ کو تباہ و برباد کرنے کی فکر میں لگے رہتے۔ لیکن آپ کے دل میں انسانی ہمدردی کا جو جذبہ اور جوش تھا وہ آپ کو اس فکر میں مستغرق رکھتا کہ کسی طرح معاشرتی امن وسکون بحال رہے اور انتشار و خلفشار کا بکلی خاتمہ ہو۔ چنانچہ مسلسل اذیتیں اور مظالم سہنے کے باوجود آپ نے ۵ مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار دیا جس میں مخالف علماء کو صلح کی نہایت مخلصانہ پیشکش کی۔ فرمایا:

''آئندہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ لوگ جوان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونو فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب و شائستگی ہے فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں''

نیز لکھا کہ

''میں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عمل درآمد ہوگا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلے گا''

اس اشتہار میں حضور نے علماء کو اس طرف بھی توجہ دلائی کہ

''اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ تباہ ہو جائے گا اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ

نہیں کر سکتا اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقویٰ کے برخلاف ہے یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا لیکن اس وقت کی مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی.......... آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرف آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے وہ پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۹۹۔صفحہ ۴۰۰)

لیکن صلح کی اس تجویز پر بھی علماء سخت آگ بگولا ہو گئے اور مصالحت سے صاف انکار کرتے ہوئے اشتہار دیا کہ ہم آپ سے تہذیب و شائستگی اور مدارات کا معاملہ کرنا جائز ہی نہیں سمجھتے۔

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء میں جب طاعون کا زور دیکھا تو اسی جذبہ ہمدردی بنی نوع انسان کے تحت ۱۷ مارچ کو ایک اشتہار کے ذریعہ ہندوستان کے باشندوں کو خبردار کیا کہ:۔

''اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دور ہوتی ہے اگرچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ بہت کوشش کر رہی ہے اور مناسب تدبیروں سے یہ کوشش کر رہی ہے مگر صرف زمینی کوششیں کافی نہیں ایک پاک ہستی موجود ہے جس کا نام خدا ہے۔ یہ بلا اسی کے ارادہ سے ملک میں پھیلی ہے کوئی نہیں بیان کر سکتا کہ یہ کب تک رہے گی اور اپنی رخصت کے دنوں تک کیا کچھ انقلاب پیدا کرے گی اور کوئی کسی کی زندگی کا ذمہ دار نہیں۔ سو اپنے نفسوں اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو چاہئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل نرم ہو جائیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۴۰۱۔صفحہ ۴۰۲)

○ **معاند رشتہ داروں سے عفو و درگزر:** مقدمہ دیوار کے ہی سلسلہ میں حضرت اقدسؑ کے اپنے جدی معاند رشتہ داروں سے عفو و درگزر کا سلوک آپ کی سیرت طیبہ کو نمایاں کرتا ہے۔

جب گورداسپور کی عدالت نے مقدمہ دیوار کے گرائے جانے کا فیصلہ صادر کیا تو عدالت نے مخالفین مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین کے خلاف ہرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی کر دی۔ جس پر حضرت اقدسؑ کے معاند سخت پریشان ہوئے۔ وہ اپنی ابتر مالی حالت کی وجہ سے مطلوبہ رقم ایک سو چوالیس روپے پانچ آنے سات پائی ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔ انہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بذریعہ خط درخواست کی کہ انہیں یہ رقم معاف کر دی جائے۔ جس پر حضرت اقدسؑ نے ان دیرینہ مخالفوں کو ڈگری کی رقم معاف فرما دی۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم)

○ **جذبہ دعوت الی اللہ:** مقدمہ دیوار کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کو ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء کو بغرض شہادت گورداسپور جانا پڑا۔ حضور اس سفر کی کوفت اور تکان کے علاوہ اسہال اور پیچش کی وجہ سے بہت نحیف کمزور ہو رہے تھے۔ پھر مہدی حسن صاحب تحصیل دار رخصتی اور ان کے دوستوں سے بات چیت کرنے کی اجازت ڈاکٹر فیض قادر صاحب کو حضرت نے دے دی تھی چنانچہ بعد نماز مغرب وہ لوگ آپہونچے جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ہم ذکر کر آئے ہیں حضرت اقدس نے اس سے پہلے کہ اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی کلام کریں فرمایا۔ دو دن سے مجھے بہت تکلیف ہے پیچش کی وجہ سے اگرچہ میں اس قابل نہ تھا کہ کوئی گفتگو کرسکوں مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اپنے شبہات دور کرنے میں مدد دوں اور وہ بات آپ تک پہنچا دوں جو میں لے کر آیا ہوں۔ اس قدر مختصر سی تمہید کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلسلہ کلام اس طرح شروع فرمایا۔

''اصل میں بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہر روز لوگوں کی نظر میں ہوتے ہیں اور جن کو وہ دیکھتے ہیں اور دوسری ایک اور قسم بھی خدا تعالیٰ کے کاموں کی ہے جو کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے چونکہ وہ کبھی کبھی ہوتی ہیں اس لئے لوگوں کی نظروں میں عجیب ہوتے ہیں اور ان کا سمجھنا ان کے لئے مشکل نظر آتا ہے مگر سمجھدار آدمی تعصب سے خالی ہو کر ان پر غور کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ بھی ان کے لئے ایک راہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان کو سمجھ لیتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر نا اہل ضدی اور متعصب ان پر توجہ نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے خوف کو مدِ نظر رکھ کر ان پر فکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ان عجیب در عجیب کاموں سے سب سے بڑا کام اس کے نبیوں، رسولوں اور ماموروں کا آنا ہے۔ یہ لوگ اسی زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور عام آدمیوں کی طرح بشری حوائج اور کمزوریوں سے مستثنیٰ نہیں ہوتے کوئی اوپری اور انوکھی بات ان میں ایک خاص زمانہ تک پائی نہیں جاتی اس لئے جب وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور خدا تعالیٰ ہم سے کلام کرتا ہے یا وہ واقعات آئندہ کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کچھ بولتے ہیں تو لوگ ان کی ان باتوں پر تعجب کرتے ہیں سعادت مند اور رشید لوگ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر متکبر ضدی انکار کرتے اور اس کی باتوں کو ٹھٹھے ہنسی میں اڑاتے ہیں۔'' (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

○ **حضرت اقدس کی ترکوں سے محبت کی وجہ:** حضورؑ کا دستور تھا کہ اپنے خدام کے ساتھ صبح کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ دوران سیر حضرت میر ناصر نواب صاحب نے اپنا ایک تبلیغی خط حضورؑ کو سنانا شروع کیا۔ ترکوں کا ذکر آیا تو حضرت اقدس نے اس پر فرمایا:

''اگرچہ ہمارے نزدیک اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ہی ہے اور ہمیں خواہ مخواہ ضروری نہیں کہ ترکوں کی تعریف کریں یا کسی اور کی۔ مگر سچی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوت

حاصل ہوئی ہے.......... دنیا میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہوئے ہیں۔ ایک ترک دوسرے سادات۔ ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حقدار ہوئے اور سادات کو فقر اور روحانی فیض کا مبداء قرار دیا گیا۔ چنانچہ صوفیوں نے فقر اور روحانی فیوض کا مبداء سادات ہی کو ٹھہرایا ہے۔ اور میں نے بھی اپنے کشوف میں ایسا ہی پایا ہے۔" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱)

○ **جذبہء تشکر و امتنان:** حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کے جو بے شمار فضل اور انعامات تھے۔ ان کی وجہ سے آپ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر میں مصروف رہتے۔ آپ کی مبارک اولاد میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے جب قرآن کریم ختم کیا تو اس پر ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو آمین کی تقریب ہوئی۔ حضور نے شکرانہ کے طور پر ایک دعوت کا انتظام کیا اور مساکین اور یتامیٰ کو کھانا کھلایا۔ اور دعائیہ نظم بھی لکھی۔

آمین کی تقریب کے متعلق حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے حضور سے سوال کیا کہ رسم ہے یا کیا ہے۔ اس سوال پر حضورؑ نے مفصل تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے فرمایا:

"میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لاانتہاء فضل اور انعام ہیں ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا کہ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں میں (جیسا کہ ابھی کہا ہے) اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں، میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔ پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ میں نے اس کو شروع کیا اور جب یہ مصرعہ لکھا ۔ ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا ۔ اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے" (الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴)

نصاب امتحان سہ ماہی اول ۲۰۰۱ء مجلس انصاراللہ پاکستان

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۲۲ نصف دوم ۲۔ کتاب "تجلیات الٰہیہ" از حضرت مسیح موعودؑ

۳۔ کتاب "معیار صداقت" از حضرت مصلح موعود (قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

مجلسِ عرفان

بہبودِ ہست و بُود کا ساماں لئے ہوئے
سارے جہاں کے دَرد کا درماں لئے ہوئے

عشقِ جگر گداز کی بیتابیوں کے ساتھ
حسنِ کرشمہ ساز کا طوفاں لئے ہوئے

زھد و ورع کے ہاتھ سے تھامے ہوئے عناں
رَخشِ جہاں کو جانبِ ایماں لئے ہوئے

سوز و گداز عشق کی زریں کتاب میں
بابِ وصالِ حضرت سبحاں لئے ہوئے

توراتِ دلفریبیٔ تقویٰ کے ماسوا
انجیلِ دلنوازی و رضواں لئے ہوئے

کشتِ نخیلِ مہدی دوراں کے واسطے
ابرِ مطیر رحمتِ یزداں لئے ہوئے

بزمِ جہاں میں ملّتِ احمدؐ کا تاجدار
جلوہ نما ہے دولتِ قرآں لئے ہوئے

مصلحؔ درِ وصال ہے مدت سے وا ہوا
اُٹھ تو بھی چل متاعِ دل و جاں لئے ہوئے

مصلح الدین راجیکی

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

حضرت مولانا ذولفقار علی خان گوہر............آف رامپور یوپی

شمالی ہند کے مردم خیز خطہ کا مخلص جان نثار وجود

(ایڈیٹر)

"......میں نے اپنے ذمہ بڑا کام لیا............ساری دنیا شیطان کی غلامی میں پھنسی ہے اور ساری دنیا کو آزاد کرانا ہندوستان کی آزادی سے بڑا کام ہے۔ اس لئے میں اُس تحریک میں شامل ہوں اور اُس کا سپاہی ہوں جس تحریک کا یہی مقصد ہے یعنی تحریک احمدیت۔"

حضرت مولانا ذولفقار علی خان صاحب گوہر............کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ یوسف زئی سے ہے جو پاکستان کے صوبہ سرحد کے متوطن قبائل میں خاص اعزاز و اکرام کا حامل ہے۔ یوسف زئی قبیلہ نے ہمیشہ اپنی آزادی کو برقرار رکھا اس کی تاریخ سینکڑوں سال سے جہد آزادی میں کوشاں رہی اور سیف و سناں سے نہ صرف اپنی آزادی کی حفاظت کرتی رہی بلکہ مختلف اوقات میں اپنے علاقہ میں برسر اقتدار بھی رہی۔ اسی معروف قبیلہ سے حضرت خان صاحب موصوف آغوش احمدیت میں آئے اور ایک گوہر تابدار بن کر چمکے۔ اس طرح حضرت خان صاحب موصوف کا تاریخ احمدیت میں نہایت اخلاص و جان نثاری کا مقام ہے زیر نظر مضمون میں آپ کے انہی کوائف و احوال کو ہدیہ احباب کیا جا رہا ہے۔

حضرت مولانا ذولفقار علی خان گوہر............کا خاندانی پس منظر: آپ تحریک آزادی ہند کے ہیروز مولانا شوکت علی خان مرحوم اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم المعروف "علی برادران" کے بڑے بھائی تھے اس خاندان کا تعلق قبیلہ یوسف زئی کی شاخ منڈر سے ہے۔ جس کے جدامجد میر احمد خیل تھے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ منڈر شاخ کے ایک نامور شخص حیات خان نے یوسف زئی علاقہ چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ پہلے پنجاب میں اور پھر شمالی ہندوستان میں وارد ہوئے اور مختلف علاقوں میں صاحب اقتدار رہے۔ تاریخ آزاد پٹھان یوسف زئی میں لکھا ہے۔

"ظہیر الدین بابر کے وقت سے انہوں نے ہندوستان میں اپنی ریاستیں قائم کرنی شروع کر دی تھیں جن کے بچے کھچے نشانات اب بھی رامپور، جونا گڑھ، ٹونک مانادار وغیرہ کی شکل میں دکھائی دے رہے ہیں۔"

(تاریخ آزاد پٹھان یوسف زئی صفحہ ۶۱۳)

اس خاندان کا یہ دور سولہویں صدی سے ۱۸۵۷ء کی تحریک تک کا ہے جو پہلے نجیب آباد اور پھر رامپور ضلع مراد آباد یوپی میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر کے والد ماجد عبدالعلی خان صاحب اپنی اولاد کے ساتھ رامپور سے ہی منسوب ہوئے۔ عبدالعلی خان فوج میں میجر تھے۔ انگریزی فوج میں ان کی نمایاں خدمات تھیں اولاد میں پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

۱۔ بندے علی خان صاحب ۲۔ حضرت مولانا ذولفقار علی خان گوہر.......... ۳۔ شوکت علی خان صاحب

۴۔ نوازش علی خان صاحب ۵۔ مولانا محمد علی صاحب جوہر ۶۔ احمدی بیگم۔

''ان کی والدہ ماجدہ بانو بیگم (بی اماں) نواب درویش علی خان صاحب پنج ہزاری کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اور سنبھل کے ایک رئیس کی بیٹی تھیں'' (کلام گوہر حالات زندگی صفحہ ۱۶ از پروفیسر حبیب اللہ خان مرحوم)

حضرت خان صاحب کی ولادت و تعلیم اور ملازمت: حضرت خان صاحب موصوف ۱۸۶۹ء میں بمقام رام پور پیدا ہوئے والد کے انتقال کے وقت آپ گیارہ سال کے تھے بڑے بھائی بندے علی خان صاحب بھی جوانی میں ہی فوت ہو گئے تین بھائی اور ایک بہن چھوٹے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بریلی میں ہوئی میٹرک پاس کر لیا تو علی گڑھ بھیج دیئے گئے وہاں ایف اے تک تعلیم پائی گھر کے مالی حالات اچھے نہ ہونے کے باعث مزید تعلیم تو جاری نہ رکھ سکے اور ۱۸۹۴ء ۱۸۹۵ء میں بطور انسپکٹر محکمہ آبکاری ملازمت اختیار کر لی یہی وہ دور ہے جب احمدیت سے آپ کا تعارف ہوا۔ آپ تحصیلدار کے عہدہ تک ترقی پا گئے تھے۔ اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر پہنچے تھے کہ اس ملازمت کو ترک کر کے نواب آف رام پور کے پاس بطور سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری ملازمت کی۔ کچھ عرصہ دوبارہ انگریزی عملداری میں ملازم رہے مگر ملازمت سے اکتا گئے تھے اس لئے ملازمت کو بالکل ترک کر دیا اور خدمت دین کے لئے وقف ہو گئے۔ (ایضاً)

احمدیت سے تعارف اور قبول حق کی سعادت پانا: حضرت خان موصوف نے تاریخ احمدیت کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۰۰ء میں بذریعہ خط بیعت کی۔ محترم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

''۱۸۸۸ء کی بات ہے کہ ریاض الاخبار گورکھپور میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک خط الیگزنڈر رسل ویب سفیر امریکہ متعینہ فلپائن کے نام شائع ہوا اس کو پڑھتے ہی والد صاحب نے سمجھ لیا کہ جو آنے والا تھا وہ آ گیا۔ والد صاحب کا بیان ہے کہ اس اخبار کو پڑھ کر میرے دل نے آپ کی تصدیق کی اور میں نے اپنے بھائی نوازش علی اور ایک اور صاحب کو اس وقت وہاں موجود تھے گواہ ٹھہراتے ہوئے کہا کہ

اس زمانہ کا مصلح جو آنے والا تھا وہ آ گیا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور کے دعویٰ مسیحیت کا والد صاحب کو کوئی علم نہیں ہوا۔ ۱۸۹۲ء میں والد صاحب کی ملاقات مولوی

تفضل حسین صاحب اٹاوی سے ہوئی جو حضور کے مرید تھے تو والد صاحب نے فرطِ عقیدت سے ان کا ہاتھ چوم لیا۔ ....۱۹۰۰ء میں جب یہ صاحب بھوگاؤں میں تحصیلدار تھے تو والد صاحب تین ماہ کے لئے اس جگہ نائب تحصیلدار ہو کر گئے۔ میل ملاپ کے دوران تفضل حسین صاحب نے حضرت بانی سلسلہ کی کتاب ازالہ اوہام پڑھنے کے لئے دی تو والد صاحب کو حضور کے دعاوی اور ان کے دلائل کا تفصیلی علم ہوا اور انہوں نے فوراً بیعت کا خط حضور کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ (حالات زندگی کلام گوہر صفحہ ۲۰-۲۱)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زیارت سے مشرّف ہونا: بیعت کے بعد ۱۹۰۴ء میں آپ قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ محترم پروفیسر صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

"...........مئی ۱۹۰۴ء میں قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ بٹالہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے ہیں اس لئے والد صاحب گورداسپور چلے گئے اور سیدھا کچہری پہنچے۔ کچہری کے قریب ہی کھڑے تھے کہ حضور کو...............تشریف لاتے دیکھا...............حضور نے اگرچہ والد صاحب کو پہلے نہیں دیکھا تھا تاہم پہچان لیا کہ یہ تحصیلدار صاحب ہیں اور اسی نام سے مخاطب ہوئے۔ والد صاحب نے سلام کر کے مصافحہ کیا اور جب حضور اتر کر شیشم کے درختوں کی طرف روانہ ہوئے تو والد صاحب حضور کے ہمراہ ہوئے۔ ۴ بجے کچہری سے واپسی ہوئی والد صاحب کو بھی حضور نے اپنی قیام گاہ پر ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا والد صاحب اچھی قسم کے لکھنوی خربوزے ساتھ لائے تھے وہ پیش کئے حضور پلنگ پر تشریف فرما تھے باقی اصحاب فرش پر بیٹھے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے خربوزے کھانا شروع کر دیئے اور چھلکے پلنگ کے نیچے پھینکتے گئے والد صاحب کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی۔ حضور نے والد صاحب کے چہرے کا تغیر دیکھ کر ان کے جذبات کو محسوس کیا اور حضور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر حضور پیشاب کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ دوسرے اصحاب بھی خربوزے ختم کر کے باہر پلنگوں پر جا بیٹھے۔ والد صاحب نے چھلکے جمع کر کے کمرہ کی صفائی کر دی جب حضور واپس کمرہ میں آئے تو خواجہ صاحب نے کہا تحصیلدار صاحب بہت سادہ مزاج اور بے تکلف ہیں۔ یہ سن کر حضور کا چہرہ پھر سرخ ہو گیا اور فرمایا خواجہ صاحب کیا صرف پنجاب میں ہی شریف لوگ ہوتے ہیں۔ حضور مقدمہ کے دوران اپنے رفقاء کے ساتھ ہی کھانا تناول فرمایا کرتے۔ والد صاحب حضور کے بالکل سامنے بیٹھتے تا کہ قربت بھی رہے اور حضور کے ارشادات بھی سن سکیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۳-۲۴)

حضرت اقدسؑ سے حضرت خانصاحب کا تعلق اور چند روایات: محترم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

۱۔ حضور کی اپنے خدام سے کمال شفقت "...........والد صاحب نے...........پان حضور کی خدمت میں اس خیال سے

پیش کیا کہ حضور کی زوجہ محترمہ دہلی کی ہیں گھر میں پان استعمال ہوتا ہوگا حضور نے مسکراتے ہوئے پان لے کر کھالیا- پھر ہر کھانے کے بعد والد صاحب اسی طرح پان پیش کرتے رہے دو تین مرتبہ کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ حضور کو پان کھانے کی عادت نہیں ہے آپ کی دلداری کے لئے کھا لیتے ہیں اس سے حضور کو تکلیف ہوتی ہوگی- اس کے بعد والد صاحب نے پان پیش کرنے کی جرات نہ کی- کھانے سے فراغت کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا تحصیلدار صاحب آج آپ ہمیں بھول گئے- والد صاحب نے خواجہ صاحب کی گفتگو کا حوالہ دیا تو حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا نہیں محمود کی والدہ مجھے پان دیتی ہیں تو میں کھالیتا ہوں- یہ حضور کی اپنے خدام سے کمال شفقت کا اظہار تھا-

۲- یہ تو اللہ کا معاملہ ہے: ایک دن حضور وقت سے کافی پہلے کچہری تشریف لے گئے- ابھی سارے حکام نہیں آئے تھے- خواجہ صاحب نے والد صاحب سے کہا چلئے ذرا جج خدا بخش صاحب سے مل آئیں- والد صاحب ساتھ ہو لئے کمرہ میں جج صاحب اور ان کے پیش کار محمد حسین (خشکی) صاحب موجود تھے- دونوں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ کرم دین سے یہ مقدمہ بازی نامناسب ہے آپ مرزا صاحب کو سمجھا کر صلح کرادیں- خواجہ صاحب نے کہا ہاں میں بھی صلح کو اچھا سمجھتا ہوں کوشش کروں گا پھر والد صاحب سے کہا آپ بھی میری تائید کر دیجئے گا- والد صاحب خاموش رہے- جب خواجہ صاحب نے جج صاحب کا پیغام حضور کو پہنچایا- اس وقت حضور لیٹے ہوئے تھے یہ دیکھ کر کہ خواجہ صاحب بھی جج اور ان کے پیشکار کے ہم خیال ہیں حضور اٹھ بیٹھے اور بہت جوش سے فرمایا- ''خواجہ صاحب اس مقدمہ میں صلح کے معنی تو یہ ہیں کہ ہمارے دعوے جھوٹے ہیں اور ہم نے از خود ہی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے- کیا یہ میرا مقدمہ ہے کہ میں صلح کرلوں- یہ تو اللہ کا معاملہ ہے- اس مقدمہ میں تو نبوت کا مسئلہ ہی بنائے مخاصمت ہے- ہمارا کرم دین کا ذاتی معاملہ تو نہیں ہے- ہم تو ذاتی طور پر کسی سے بھی مقدمہ بازی پسند نہیں کرتے- اس میں صلح ہو ہی کیا سکتی ہے-'' یہ ساری تقریر اس جوش میں فرمائی کہ خود خواجہ صاحب اور تمام حاضرین نے محسوس کر لیا کہ خواجہ صاحب کو یہی جواب جج صاحب کو دینا چاہئے تھا اور ایسا پیغام حضور تک پہنچانا خود خواجہ صاحب کے عدم فہم پر دال ہے-

۳- مجھے خط لکھتے رہا کریں میں دعا کروں گا: والد صاحب ۲۴ دن حضور کی خدمت میں حاضر رہے اور بہت سے تائید الٰہی کے نشانات دیکھے جو ان کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے- جب رخصت ختم ہونے لگی اور شام کی گاڑی سے جانا تھا تو حضور سے اجازت لینے کی ہمت نہ تھی- غم سے نڈھال تھے اور منہ سے بات نہ نکلتی تھی حضور نے اپنی قیام گاہ میں ایک کمرہ دعا کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اسے سب دوست بیت الدعا کہنے لگے تھے- حضور بیت الدعا سے برآمد ہو کر پلنگ پر بیٹھ گئے- دوسرے (احباب) جو موجود تھے وہ مقابل کی چارپائی پر بیٹھے مصروف گفتگو تھے- والد صاحب بڑے رقیق القلب تھے- اپنی حالت زار سے مجبور ہو کر حضور کی پشت کی جانب جو پٹی تھی اس کو پکڑ کر سر چارپائی پر رکھ دیا باوجود کوشش کے ضبط نہ کر سکے اور سسکیاں لے کر رونے لگے جب حضور نے رونے کی آواز سنی تو پلٹ کر دیکھا- رونے کی وجہ سے ٹوپی تو سر سے اتری ہوئی تھی- حضور نے بڑی شفقت سے دیر تک والد صاحب کے سر پر

ہاتھ پھیرا اور صبر کی تلقین کی اور فرمایا۔ ''آپ گھبرائیں نہیں میں آپ کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ خدا آپ کے ساتھ ہو'' والد صاحب نے حالت گریہ میں ہی واپس جانے کی اجازت طلب کی فرمایا ''بے شک جایئے مجھے خط لکھتے رہا کریں میں دعا کروں گا'' والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضور میرے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میرے سر سے مصیبتوں کے پہاڑ دور ہو رہے ہیں اور دل کو اس درجہ ٹھنڈک پہنچتی تھی کہ میں لفظوں میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ (کلام گوہر تعارف حالات زندگی صفحہ ۲۴-۲۵)

۴۔ حضرت اقدسؑ کے الہام کا ایک رنگ میں پورا ہونا: حضرت مولانا موصوف کے وجود پر حضرت اقدس کے ایک الہام ''کتاب الولی ذوالفقار علی'' کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ اس الہام کی ایک تشریح حضرت اقدس نے فرمائی کہ جو کام علیؓ کی تلوار نے اپنے زمانے میں کیا وہی کام میری کتب سرانجام دیں گی۔ بعض دفعہ ایک الہام کئی رنگ میں پورا ہوتا ہے اس کی تفصیل رجسٹر روایات میں یوں درج ہے۔ حضرت مولانا موصوف لکھتے ہیں:

''حضور نے فرمایا کہ نواب صاحب رامپور کو ہم لکھتے لیکن آپ کو شاید نقصان پہنچے خط دینے سے۔ میں نے عرض کیا مجھے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اگر میری نوکری بھی چلی جاوے تو مجھے اندیشہ نہیں گورنمنٹ سے عارضی خدمات میری لی گئی ہیں حضور نے خوش ہو کر فرمایا کہ خط دیں گے۔ چنانچہ حضور نے مجھے نواب صاحب رامپور سر سید حامد علی خاں صاحب مرحوم.......... کے نام دیا جس کی نقل مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر بدر نے رکھی۔ جب نواں پنڈ سے سیر کر کے لوٹے.......... میں اور مفتی محمد صادق صاحب حضور کے ہمراہ سڑک پر چلتے رہے جو سڑک دفتر فاروق کے پاس ہے یعنی سڑک محلہ دار الفضل تقریباً اسی جگہ جہاں دفتر فاروق ہے حضرت اقدس سے مفتی صاحب نے پوچھا کہ حضور کتاب بمعنی مکتوب بھی عربی میں آتا ہے حضور نے فرمایا ہاں استعمال ہوتا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا الہام کتاب الولی ذوالفقار علی پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔ حضور چلتے چلتے رک گئے اور مفتی صاحب کی طرف مڑ کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آپ صحیح کہتے ہیں۔''

(روایات رفقاء جلد ۶ صفحہ ۳۶۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے مکتوب کا مولانا ذوالفقار علی صاحب گوہر کے ذریعہ بھجوانا الہام مذکورہ کا ایک رنگ میں پورا ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت مولانا صاحب موصوف کے کئی اور واقعات بھی روایات رفقاء جلد ۶ میں درج ہیں جن سے حضرت اقدسؑ کے ساتھ آپ کے اخلاص و محبت ظاہر ہوتا ہے۔

قادیان میں مستقل سکونت اور خدمت دین: جب حضرت خانصاحب نواب آف رامپور کے ہاں ملازمت کر رہے تھے آپ کو ایک ابتلاء بھی پیش آیا جناب پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔

''..........ایک مرتبہ ایک شخص والد صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ میں احمدی ہونا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے اسے قادیان جانے کا مشورہ دیا۔ اس نے اپنی مالی تنگی کا دردناک رنگ میں اظہار کیا تو والد صاحب نے کچھ رقم بطور امداد کے دی

اور ایک کتاب بھی پڑھنے کو دی اس نے وہ رقم اور کتاب نواب صاحب تک یہ کہہ کر بھجوا دی کہ یہ مجھے روپیہ دے کر قادیانی بنانا چاہتے ہیں۔ اس شکایت پر ان پر مقدمہ چلا لیکن بفضلہ تعالیٰ بری ہو گئے۔ اس وقت سے والد صاحب ریاست کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو گئے اور استعفیٰ دے کر پھر سرکار انگریزی کی ملازمت اختیار کر لی۔ دو سال بجنور میں متعین رہے"

محترم پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"............۱۹۱۸ء میں جب حضرت مصلح موعود............ نے زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی تو والد صاحب نے فوراً اپنا نام پیش کر دیا پھر ۱۹۲۰ء میں پنشن لے کر اور دنیوی عیش و آرام کو ترک کر کے قادیان کی چھوٹی سی بستی میں دھونی رما کر بیٹھ رہے اور فقیرانہ زندگی کو اختیار کر لیا۔ جو خدمت سپرد کی گئی اس کی سرانجام دہی کو اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے باعث برکت سمجھا۔ کئی سال ناظر امور عامہ رہے اور بعد ازاں ناظر اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں نواب رضا علی خان والی ریاست رامپور نے والد صاحب کی خدمت سے استفادہ کرنے کی خواہش ظاہر کی اور حضرت امام جماعت احمدیہ کو اس بارے میں مراسلہ بھیجا تو حضور کی اجازت سے ۵ سال رامپور میں گزارے لیکن وہاں دل نہ لگتا تھا۔ اس لئے استعفیٰ دے کر پھر مرکز سلسلہ میں آ بیٹھے حضور نے تحریک جدید میں نظامت جائیداد اور تجارت کا کام سپرد کیا۔ جو والد صاحب نے تقسیم ملک تک سرانجام دیا۔ پاکستان آنے کے بعد چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ اس لئے مجبوراً جماعتی کاموں سے فراغت حاصل کر لی۔ سلسلہ کی خدمات کے دوران والد صاحب کو کئی مرتبہ اہم جماعتی وفود میں شمولیت کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ مثال کے طور پر۔

۱۔ جون ۱۹۲۱ء میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند سے ملاقات (الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۲۱ء)

۲۔ فروری ۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کو تحفہ پیش کرنے کے لئے (الفضل ۲۷ فروری ۱۹۲۲)

۳۔ مئی ۱۹۲۴ء، دسمبر ۱۹۲۷ء اور فروری ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے۔

۴۔ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۷ء میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شمولیت کے لئے اور مارچ ۱۹۲۸ء میں سائمن کمیشن سے ملاقات کے لئے جو نمائندہ وفود جماعت کی طرف سے بھیجے گئے ان میں والد صاحب ایک رکن کی حیثیت سے شامل ہوئے۔"

(ایضاً صفحہ ۱۷-۱۸)

اگست ۱۹۳۰ء میں جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی............ کی اجازت سے رام پور جانے لگے تو روانگی کے وقت ایک الوداعی ایڈریس پیش کیا گیا ایڈریس میں آپ کے کام کو سراہتے ہوئے خدمات کا یوں ذکر کیا گیا۔

"خانصاحب ایک عرصہ تک ناظر امور عامہ اور اس کے بعد کئی سال ناظر اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے............ اپنا محکمانہ کام کا تجربہ جو آپ نے سرکاری اور ریاست کی ملازمت کے دوران حاصل کیا تھا ہمارے دفاتر کے بہت سے مسائل طے

کرنے میں مفید اور کارآمد ثابت ہوا اور باوجود پیرانہ سالی اور بہت سے خانگی تفکرات کے جس شوق، اخلاص، جاں فشانی اور شگفتگی سے آپ نے اپنے فرائض کو سرانجام دیا ہے وہ حقیقی تعریف اور شکریہ کا مستحق ہے'' (الفضل ۱۶ اگست ۱۹۳۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا۔

''......... میں خانصاحب کی ان خدمات سلسلہ کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو انہوں نے دس سال تک باوجود پیرانہ سالی کے ادا کیں۔ ۱۹۱۸ء میں جب کہ میں نے وقف زندگی کا اعلان کیا تھا چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور اور خان صاحب دونوں نے اپنی زندگی وقف کی تھی .... خان صاحب نے بھی نہایت عسرت سے گزارہ کر کے جس اخلاص سے کام کیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرے گا اور ان کی یہ قربانی ضائع نہیں جائے گی۔ اب وہ میری اجازت اور میری منشاء کے مطابق رام پور جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں وہاں بھی سلسلہ کی خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے۔'' (الفضل ۲۱ اگست ۱۹۳۰ء)

حضرت مولانا صاحب موصوف کا ایک خاص امتیاز: ۱۹۲۴ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس المعروف ''ویمبلے کانفرنس'' انگلستان میں منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... کو بھی شرکت کی دعوت ملی۔ حضرت مولانا صاحب موصوف بھی حضور کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر چند روز کے لئے حضور نے دمشق میں قیام کیا۔ اتفاق سے ہوٹل میں اتنی جگہ نہ مل سکی جہاں سارا قافلہ ٹھہر سکتا۔ مجبوراً دو خدام حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر .... اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب .... نے حضور کے ساتھ ہوٹل میں قیام کیا۔ صبح نماز فجر کے بعد حضور کو سامنے ایک سفید مینار نظر آیا۔ حضور کا خیال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''منارۃ البیضاء'' والی پیشگوئی کی طرف گیا۔ فرمایا ''آج وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اس وقت دو فرشتہ سیرت خدام میرے ساتھ ہیں اور ہم منارہ بیضاء کے قریب ہی اترے ہیں (بحوالہ الفضل ۴ اگست ۱۹۷۹ء) اس طرح پیشگوئی کے پورا ہونے اور حضرت مولانا صاحب موصوف کو فرشتہ سے تعبیر کرنا ایک بہت بڑا امتیاز اور اعزاز ہے۔

حضرت مولانا ذولفقار علی خانصاحب کی وفات اور اولاد: حضرت خانصاحب دہلی میں مقیم تھے۔ جب برصغیر کی تقسیم ہوئی تو آپ بمعہ اہل وعیال لاہور آ گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اپر مال روڈ پر ایک کوٹھی الاٹ ہوئی۔ اس طرح رہائش کا مسئلہ حل ہو گیا۔ پیرانہ سالی تھی جسم بھاری تھا۔ گھٹنوں کے درد کی تکلیف رہتی تھی۔ اکثر وقت لیٹے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے نظام ہضم پر اثر پڑا دن بدن کمزوری ہوتی گئی بالآخر ۲۶ فروری ۱۹۵۴ء کو بعمر ۸۶ سال مولائے حقیقی سے جا ملے۔ حضرت مصلح موعود .... نے رتن باغ میں نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں (قطعہ رفقاء) میں تدفین ہوئی۔ آپ کا وصیت نمبر ۷۵ تھا۔ آپ کثیر العیال تھے۔ چار بیویوں سے اولاد تھی۔ جب ۱۹۶۰ء میں قادیان تشریف لے آئے تو آٹھ لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ آپ کی اولاد میں سے حضرت مولانا عبدالمالک خاں صاحب (ناظر اصلاح وارشاد) اور پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب ایم ایس سی قائد عمومی مجلس انصار اللہ کو

خدمت سلسلہ کی خاص توفیق ملی۔

حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر شمالی ہندوستان کے ایک نامور خاندان سے تعلق رکھتے تھے اگرچہ برصغیر کی آزادی کے لئے جدوجہد میں اس خاندان کے ''علی برادران'' کا خاص تعلق ہے مگر حضرت خاں صاحب کو دین حق کی خاص خدمت کا موقعہ عطا ہوا۔ جب کسی کانگریسی لیڈر نے آپ سے سوال کیا کہ:

''آپ کے دو چھوٹے بھائیوں نے تو وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد کی۔ آپ نے ایسا کیوں نہ کیا۔ جواب دیا میں بڑا بھائی تھا اس لئے میں نے اپنے ذمہ بڑا کام لیا۔ اس نے پوچھا کون سا۔ فرمایا:

'ساری دنیا شیطان کی غلامی میں پھنسی ہے اور ساری دنیا کو آزاد کرانا ہندوستان کی آزادی سے بڑا کام ہے اس لئے میں اس تحریک میں شامل ہوں اور اس کا سپاہی ہوں جس تحریک کا یہی مقصد ہے یعنی تحریک احمدیت'

(روایات 'رفقاء' بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم ۱۲۸)

حضرت مولانا موصوف کی سیرت کا یہ درخشاں پہلو امتیازی حیثیت کا حامل ہے سلسلہ احمدیہ کے لئے آپ کی خدمات نے آپ کو دائمی زندگی بخشی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

بقیہ از صفحہ ۳۶ :-

باب اور بہاء اللہ کی حیثیت: باب کا بہاء اللہ کے متعلق اقرار:

''بیان' کے شروع میں اس شخص کے ذکر میں جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا (من یظھرہ اللّٰہ ناقل) فرماتے ہیں:

''وہ ایسا ہے جو ہر شان میں کہے گا بے شک میں ہی خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ہر شئے کا پروردگار ہوں اور میرے سوا ہر چیز میری مخلوق ہے اے میری مخلوق میری ہی عبادت کر۔'' (الواح بہاء اللہ مرتب ومترجم محفوظ الحق علمی)

بہاء اللہ کا باب کے متعلق ایمان واقرار: بہاء اللہ اپنی کتاب ''ایقان'' میں باب کے مرتبہ وعلم کے بارے میں لکھتے ہیں۔ بحار الانوار، عوالم' بسوع میں روایت ہے کہ:-

''علم کے ستائیس حروف ہیں کل انبیاء اس کے دو حرف سے آئے اور آج تک لوگ صرف انہی دو حرفوں کو جانتے ہیں لیکن جب ہمارا قائم (مہدی) ظاہر ہوگا تو بقیہ پچیس حروف کو ظاہر کرے گا۔ ملاحظہ کریں کہ علم کے ستائیس حروف مقرر فرمائے ہیں کل انبیاء نے آدم سے لے کر خاتم تک اس کے صرف دو حروف بیان کئے ہیں اور انہی دو حرفوں پر سب مبعوث ہوئے ہیں مگر فرمایا ہے کہ قائم بقیہ پچیس حروف کو ظاہر کرے گا اس سے .... (حضرت باب) کے قدر و مرتبہ کو ملاحظہ کریں کہ آپ کی قدر کل انبیاء سے بڑھ کر اور آپ کا امر کل اولیاؤں کے علم وادراک سے اعلیٰ وارفع ہے۔

قارئین! یہ سارے قیافے بہائی لٹریچر میں موجود ہیں۔ فیصلہ بھی بہائیوں پر ہی چھوڑ دیں۔ کون سے الجھاؤ کو بے چارے حل کریں۔

(جاری)

باب اور بہاء اللہ کے دعاوی کی حقیقت

''البیان'' اور ''الاقدس'' کے تضادات

(۱۰)

تحقیق و تحریر: مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

گذشتہ شماروں کے مضامین میں بہائی قلمکاروں کے بہاء اللہ کے دعویٰ مسیحیت اور ان کے ابہامات اور الجھاؤ سے پردہ اٹھایا گیا تھا۔ اب ذیل کے مضمون میں باب اور بہا اللہ کے دعاوی کی حقیقت نیز ''البیان اور ''الاقدس'' کے تضادات اور ابہامات کو پیش کیا جا رہا ہے:۔

ایران سے اٹھنے والی تحریک: بابیت، بہائیت، عبدالبہائیت اور عدلیت چار مختلف چہرے ہیں جو باہمی شدید تضاد اور ابہام رکھتے ہیں۔ تحریک میں کوئی بھی ایسا بنیادی امر موجود نہیں جس پر اس کے متبعین آپس میں متفق ہوں اور اب ڈیڑھ صدی گزر رہی ہے لیکن اس تحریک کی شخصیتوں کی حیثیت مرتبہ اور منصب حتیٰ کہ ان کا بنیادی دعویٰ تک متفقہ اور مسلمہ رنگ میں موجود نہیں نتیجۃً بہائی طبقہ نے اپنے نظریات کی اشاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور ماضی کی طرح گفتگو، بحث، دلائل وغیرہ سے عاجز آ کر یہ طریقہ کلیتہً ترک کر دیا ہے۔ ذیل میں بعض دلچسپ امور ملاحظہ ہوں کہ چار رخی تحریک کس قدر ابہام اور الجھاؤ کا منظر پیش کر رہی ہے۔

۱۔ یہ تحریک ابتدأ بابیت کی شکل میں وجود میں آئی۔ علی محمد باب اس کے بانی ٹھہرے جو ایک مذہبی جنونی شخصیت تھے۔ اور ایک خیر خواہ کے تحریک کرنے پر موصوف نے ''باب'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ جب کہ عمر ۲۶ سال کے قریب تھی۔ ''باب'' سے مراد یہ تھی کہ ان کے بعد امام مہدی کے ظہور کے لئے لوگ تیار ہو جائیں۔

۲۔ علی محمد باب کی جنونی طبیعت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تھوڑے عرصہ کے بعد خود ان کو ہی امام مہدی کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔

۳۔ علی محمد باب کو اسی عرصہ میں باغیانہ مساعی کے باعث حکومت نے جیل میں ڈال دیا۔ چنانچہ وہ اپنے دعاوی کے خلاف عوام کے متوقع ردعمل سے بچ گئے۔

۴۔ جیل میں باب نے ''البیان'' کتاب کے ذریعہ نئی شریعت پیش کر دی اور اسلامی شریعت کو منسوخ کر دیا۔

۵۔ بہاء اللہ (مرزا حسین علی) نے علی محمد باب کے دعویٰ بابیت، مہدویت اور ''البیان'' شریعت پر کھلے بندوں اپنے ایمان کا اظہار کیا اس طرح گویا علی محمد باب کو ان سارے اقدامات میں بہاء اللہ کی پوری تائید اور حمایت حاصل تھی اور قرآنی شریعت کے خلاف دونوں متفق ٹھہرے۔

۶۔ علی محمد باب اپنی باغیانہ مساعی اور نظریات کے باعث چھ سال کے اندر ہی اپنے انجام کو پہنچا۔

۷- باب کو دوسری ناکامی یہ نصیب ہوئی کہ وہ بہاء اللہ جو قدم قدم پر علی محمد باب کی تائید اور حمایت کرتے رہے- اسی بہاء اللہ نے بعد ازاں علی محمد باب کی بابی تحریک اور بابی شریعت کی کتاب ''البیان'' کو یکسر منسوخ کر دیا-

۸- اب بہاء اللہ کے لئے رستہ صاف تھا- اس لئے موصوف نے بابیت کی بجائے بہائیت کی بنیاد رکھی اور ''البیان'' کی جگہ اپنی نئی شریعت کی کتاب ''الاقدس'' پیش کر دی-

۹- بہاء اللہ کی وفات کے بعد عبد البہاء نے تحریک کی باگ ڈور سنبھالی اور اپنے باپ بہاء اللہ کی طے کردہ پالیسیوں میں کھلم کھلا ترمیمیں کر دیں اور بہائیت کا ناک نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا-

۱۰- عبد البہاء نے سب سے بڑا قدم یہ اٹھایا کہ اپنے قریباً ۳۰ سالہ دور میں اپنی من مانی کرتے ہوئے اپنے باپ کی بنائی ہوئی شریعت ''الاقدس'' کو ہوا تک نہ لگنے دی اور اس کی اشاعت اور تقسیم پر پابندی لگا دی-

۱۱- عبد البہاء کے بعد ان کے نواسے شوقی آفندی تحریک کے سربراہ بنے- اور حسب سابق اپنے ۳۶ سالہ دور میں ''الاقدس'' کو مخفی رکھا- قرآنی شریعت کو منسوخ کرنے والی ''الاقدس'' کا یہی حشر ہونا تھا- کیونکہ اس میں قرآن کریم کے مقابلہ میں کوئی حسن و خوبی نہ تھی-

۱۲- شوقی آفندی کی وفات کے بعد مزید ۳۵ سال تک ''الاقدس'' کو منظر عام پر نہیں لایا گیا اور ''الاقدس'' در پردہ کئی اپریشنوں سے گزرتی رہی-

''الاقدس'' کی حیثیت:- کہا جاتا ہے کہ ''الاقدس'' کو بہاء اللہ نے ۱۸۷۳ء میں تیار کر لیا- اس کے بعد وہ ۱۸۹۲ء تک زندہ رہے مگر کتاب کو منظر عام پر نہیں لائے- ان کی وفات کے بعد بمبئی سے کچھ نسخے طبع کرائے گئے لیکن عبد البہاء نے اس کو عوام کے ہاتھوں تک نہ پہنچنے دیا- اب جب کہ:-

(الف) ''الاقدس'' ۱۲۰ سال کے قریب پرانی ہو چکی- (ب) تمام سرکردہ سربراہان بہائیت بشمول بہاء اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے- (ج) بہائیت نے اپنی پالیسیاں تبدیل کر لیں- (د) بہائیت کی پبلک اشاعت ترک کر دی گئی- (ھ) باقاعدہ مبلغین کی چھٹی کر دی گئی- (و) تحریک بہائیت کا اب کوئی فرد واحد لیڈر یا رہبر نہیں کہ ''الاقدس'' کے بارے میں جوابدہ متصور ہو-

تو آخر ۱۹۹۲ء میں ایک سو بیس سال کے بعد ''الاقدس'' کو کھلی فضا میں سانس لینا نصیب ہوا- لیکن بات اتنی ہی نہیں مزید صورت حال ابھی قابل ذکر یہ ہے کہ ''الاقدس'' کا جو نسخہ اب ۱۹۹۲ء میں شائع کیا گیا ہے- اس میں:-

(الف) اصل کتاب عربی میں موٹے حروف کے ساتھ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے ساتھ پونے تین سو صفحات کو شامل کرنا ''مجبوری'' سمجھا گیا ہے- (ب) اصل کتاب کے ساتھ وضاحتیں اور تشریحات کو اس مجبوری کے تحت شامل کیا گیا ہے کہ صرف ''الاقدس'' کے طور پر نہ تو وہ کتاب قابل فہم ہے اور نہ کوئی علمی کشش رکھتی ہے- (ج) جہاں ''الاقدس'' کے ترجمہ و تشریحات کا غیر

معمولی اہتمام کیا گیا ہے وہاں عربی متن کے اعراب وغیرہ عمداً نہیں لگائے گئے تا کہ کتاب کی عربیت یعنی عربی زبان کے لحاظ سے نقائص اور خامیوں پر پردہ پڑا رہے۔ حالانکہ یہ تو بالکل ابتدائی تقاضا تھا جس کو عمداً نظر انداز کیا گیا ہے۔ (د) ''الاقدس'' کا ترجمہ۔ وضاحتی نوٹس۔ اور تشریحات وغیرہ امور کو جان بوجھ کر ایک وفات یافتہ شخصیت کے کھاتہ میں ڈال دیا گیا ہے تا کہ قارئین اور تنقید کرنے والوں سے جان چھوٹ جائے۔ مرنے والے کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ اس کے نام پر اس کی وفات کے ۳۶ سال بعد تحریک کے جانشینوں نے کیا کچھ اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ یہ وفات یافتہ شخصیت شوقی آفندی ہیں جو ۱۹۵۷ء میں فوت ہوئے اور آج کون ان سے پوچھ سکے گا کہ صاحب! آپ نے بہاء اللہ اور عبدالبہاء کی واضح پالیسیوں کے خلاف کیوں ''الاقدس'' کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

چونکہ باب اور بہاء اللہ نے قرآن کریم پر تنسیخ کا وار کیا تھا اس لئے باب کی ''البیان'' کو خود بہاء اللہ نے تہس نہس کر دیا اور پھر بہاء اللہ کی ''الاقدس'' کو اپنی پیدائش کے ایک سو بیس سال تک کھلی فضا میں سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ اور اب بہاء اللہ کی بجائے شوقی آفندی کے نام پر ''الاقدس'' کو جس ڈھب سے پیش کیا گیا۔ شوقی آفندی کی زندگی میں یہ ڈھب کیوں نہ اپنایا گیا اور ان کی وفات کے ۳۶ سال بعد ان کا نام استعمال کرنا ایک ''مجبوری'' نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین کرام! یہ مختصر سادہ انداز آپ کے سامنے ہے کہ بابیت اور بہائیت اور عبدالبہائیت کا سرسری تعارف سامنے آجائے۔

''البیان'' کی حقیقت: اب ہم ''البیان'' کی حقیقت اور حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں جس نے اولاً قرآن کریم کی شریعت کو منسوخ کیا۔ اس کی اپنی اوقات کیا تھی؟ اور یہ لوگ کن اختلافات کا شکار ہیں۔

(الف) علی محمد باب نے بعض عقیدت مندوں کی تحریک پر باب و مبشر ہونے کا دعویٰ کیا۔ جیل میں دو اڑھائی سال کے اندر ''البیان'' سامنے لائے اور اس کے ڈیڑھ دو سال بعد قتل کر دئے گئے۔ (ب) ایک مسلک یہ ہے کہ ''البیان'' کتاب علی محمد باب پر ''خدائے عزیز وحکیم'' نے نازل کی یہ مسلک بہاء اللہ کا تھا چنانچہ بہاء اللہ نے فرمایا:

''اے قوم! ان حدود الٰہی کی پیروی کرو۔ جو خدائے عزیز وحکیم کی طرف سے ''بیان'' میں فرض ٹھہرائی گئی ہیں۔ کہہ دے یقیناً وہ تمام رسولوں کا شہنشاہ ہے اور اس کی کتاب ام الکتاب ہے۔ (کلمات بہاء اللہ صفحہ ۸۶)

یہاں گویا بہاء اللہ نے البیان کو ام الکتاب اور علی محمد باب کو رسولوں کا شہنشاہ اور ''البیان'' کو نازل کرنے والا ''خدائے عزیز وحکیم'' بتایا ہے۔

(ج) خود علی محمد باب کا اعلان: ''وقد قرّر الباب کما ذکرنا انّ البیان قد اوحی الیه ممن یظهره الله'' کہ باب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس پر ''البیان'' کی وحی من یظهره الله کی طرف سے ہوئی ہے۔

من یظهره الله سے مراد بہاء اللہ ہیں۔ گویا بہاء اللہ اور باب کا ''البیان'' کے نازل کرنے والے کے بارے میں اختلاف واضح

ہے مگر سچا کون ہے اس کا فیصلہ اب تو ''عدلیت'' والوں کو کر دینا چاہیے۔

(د) 'البیان' کے بارے میں تیسری روایت: ''الاقدس'' کے حالیہ ایڈیشن میں اصل کے ساتھ نوٹس کا اضافہ کیا گیا۔ یہ نوٹس تحریر یا مرتب کرنے والا کون ہے اس کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔ لیکن ان نوٹس میں صفحہ ۲۱۸ پر تحریر ہے کہ: (یاد رہے کہ شوقی آفندی ۳۵ سال قبل وفات پا چکے تھے) ''امر حضرت باب کی ام الکتاب ''البیان'' کو حضرت باب نے دو حصوں میں ''نازل فرمایا'' ایک فارسی اور ایک عربی یہ بابی شریعت کے قوانین واحکام کا مخزن ہے'' اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ 'البیان' کو خود باب نے ہی نازل کیا تھا نہ کہ خدائے عزیز وحکیم نے اور نہ بہاء اللہ نے اور تعجب یہ کہ گویا باب خود ہی مہدی بننے والے اور خود ہی ''البیان'' نازل کر کے قرآنی شریعت کو منسوخ کرنے والے بن بیٹھے۔ مگر بات یہیں ختم نہیں۔

(ھ) ''البیان'' کے بارے میں چوتھی روایت: ''حضرت شوقی آفندی فرماتے ہیں کہ کتاب بیان کو بنیادی طور پر موعود کی ثناخوانی سمجھنا چاہیے نہ کہ قوانین واحکام کی ایسی تدوین جو مستقبل میں آنے والی نسلوں کے لئے مستقل راہنما ہو'' (الاقدس نوٹس صفحہ ۲۱۸)

گویا شوقی آفندی کے نزدیک ''البیان'' میں قوانین واحکام موجود نہیں صرف موعود یعنی بہاء اللہ کی ثناخوانی ہی سمجھنی چاہیئے تعجب ہے کہ بہاء اللہ کو اپنی ثناخوانی منسوخ کرنے کی کونسی مجبوری درپیش تھی۔ سوائے اس کے کہ ثناء خوانی کے ''اہل'' نہ تھے یا ''البیان'' خود ہی نازل کی تھی اور اپنے منہ میاں مٹھو والی بات تھی۔

(و) ''البیان'' کے بارے میں پانچویں روایت: حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں۔ کتاب بیان کو کتاب اقدس نے منسوخ کر دیا ہے ماسوائے ایسے قوانین کے جن کا کتاب اقدس میں ذکر کر کے توثیق کی گئی ہے۔ گویا شوقی آفندی کے نزدیک ''البیان'' میں صرف ثنا خوانی ہے۔ ''قوانین'' موجود نہیں اور عبدالبہاء کے نزدیک ''البیان'' منسوخ تو ہوئی لیکن ''قوانین'' قائم رکھے گئے۔ کون درست کون غلط؟

(ر) ''البیان'' کے بارے میں چھٹی روایت:۔

بہاء اللہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ''البیان'' کے قوانین خود بہاء اللہ کی منظوری کے ساتھ مشروط تھے اور علی محمد باب نے ہی یہ حق بہاء اللہ کو دیا جس کے نتیجہ میں بہاء اللہ نے چند قوانین کو ''کتاب اقدس میں مختلف الفاظ میں درج کر کے موثر قرار دیا جب کہ دوسروں کو منسوخ کر دیا۔'' (لوح اشراقات بحوالہ الاقدس صفحہ ۲۱۸)

قارئین! اس آخری حوالہ نے ''البیان'' کا سارا بھانڈہ پھوڑ دیا ہے اور علی محمد باب کا اپنا اقرار درست ٹھہرتا ہے کہ ''البیان کتاب بلاشبہ ان پر بہاء اللہ نے ''نازل'' کی تھی بہاء اللہ ہی ''البیان'' کی کانٹ چھانٹ کرتے رہے اور بہاء اللہ نے ہی بالآخر ''البیان'' کو کلیتہً منسوخ کر کے ''الاقدس'' پیش کر دی اور اس ساری بحث میں سب سے اول بہاء اللہ کی تحریر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ''البیان'' کو ''خدائے عزیز وحکیم'' نے نازل کیا اور علی محمد باب بھی جب یہ کہتے ہیں کہ ''البیان'' کو من یظھرہ اللّٰہ یعنی بہاء اللہ نے نازل کیا تو

مراد ان کی یہی تھی کہ بہاء اللہ اور ''خدائے عزیز وحکیم'' ایک ہی وجود کے دو نام ہیں جس کا بہاء اللہ بھی اقرار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''البیان'' کو خدائے عزیز وحکیم نے نازل کیا- اس طرح بہاء اللہ نے اپنی الوہیت کو بالواسطہ ظاہر کیا ہے-

بہاء اللہ کی الوہیت مزید نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ جب کہ بہاء اللہ نے ''الاقدس'' کے ذریعہ ''البیان'' کو منسوخ کیا- اگر خدائے عزیز وحکیم بہاء اللہ خود اپنے آپ کو نہیں قرار دے رہے تو خود بخود ''البیان'' کو منسوخ کرنا یا اس کے احکام منسوخ کرنے یا بعض احکام وقوانین کی توثیق کرنے کا انہیں کیونکر اختیار حاصل تھا- صاف ظاہر ہے کہ ''البیان'' اور ''الاقدس'' کا سارا کھیل بہاء اللہ کا اپنا ہی ہے- بہاء اللہ خدا ہیں یا خدا بہاء اللہ ہے- لیکن اس میں شبہ کوئی نہیں کہ بہاء اللہ کہیں اس فرق کو واضح کرنا ضروری نہیں سمجھتے-

قرآن کریم کی منسوخی کے پیچھے اصل ہاتھ: اس امر کا ثبوت کہ ''البیان'' جس کو قرآنی شریعت منسوخ کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تھا یہ علی محمد باب کے دراصل گلے مڑھی گئی تھی- اور یہ کارنامہ بہاء اللہ کا ہی تھا ذیل میں ملاحظہ ہو:

(الف) معتبر روایات سے ثابت ہے کہ علی محمد باب قتل ہونے سے قبل متعدد مرتبہ اپنے دعویٰ بابیت وغیرہ سے دستبرداری کا اظہار کرتے رہے اور ''البیان'' سے بھی علیحدگی ظاہر کرتے رہے- خصوصاً جس صبح کو انہیں قتل کیا جانا تھا ایک رات قبل علی محمد باب نے اپنے تمام دعاوی سے علیحدگی کا اظہار کیا اور اپنے جیل کے رفقاء کو وصیت کی کہ میرے بارے میں دعاوی سے انحراف کا بیان دینا- (ب) باب کے اس طرز عمل سے ظاہر ہے کہ دعویٰ بابیت، دعویٰ مہدویت اور علی محمد باب کی مذہبی جنونی طبیعت سے فائدہ اٹھا کر بہاء اللہ نے اس بے چارے کے کھاتے میں ڈال رکھی تھیں اور ان حرکات کے ذریعہ بہاء اللہ دراصل اپنے راستے صاف کر رہے تھے اور جو تجربے اس دوران ہوئے- ان کی روشنی میں بہاء اللہ نے اپنی پالیسیاں نئے سرے سے مرتب کیں- جن کے لئے ''البیان'' کی شریعت اور بابیت کے لیبل کو بھی تبدیل کرنا ایک مجبوری ٹھہری تھی- (ج) باب جیل میں تھے اور ''البیان'' ان کے نام پر سامنے لائی گئی جس کے ذریعہ شریعت اسلامیہ کی منسوخی مقصود تھی- گویا بہاء اللہ نے علی محمد باب کو جیل کی حالت میں شریعت اسلامیہ کی منسوخی کا ذمہ دار ظاہر کیا بلکہ ان کو اس ''کام'' کے لئے قربانی کا بکرا بنایا گیا- (د) باب کے جیل ہوتے ہوئے بہاء اللہ نے ایک اور ڈرامہ ''بدشت کانفرنس'' کے نام پر رچایا- اس کانفرنس کے جملہ انتظامات بہاء اللہ کی زیر نگرانی ہوئے اخراجات بھی بہاء اللہ نے زیادہ تر برداشت کئے- ۵۱ ممبران اور دوسری روایت کے مطابق ۸۱ ممبران کانفرنس میں شریک ہوئے مگر بہاء اللہ خود بدشت میں موجود ہونے کے باوجود کانفرنس میں شریک نہ ہوئے سارا عمل ۲۰ روز میں انجام کو پہنچا- بہاء اللہ کا کانفرنس میں شرکت نہ کرنا اور پس پردہ رہ کر کانفرنس کی جملہ کارروائیوں کو تکمیل تک پہنچانا بلاحکمت نہیں تھا- (ھ) بدشت کانفرنس کا ایجنڈا صرف دو نکات پر مشتمل تھا:

۱ علی محمد باب کی طرف سے شریعت اسلامیہ کی منسوخی کا اعلان-

۲ علی محمد باب کی جیل سے رہائی کے لئے قانونی/غیر قانونی اقدامات

(و) شریعت اسلامیہ کی منسوخی کے اعلان کیلئے کانفرنس کے کسی مرد کو ہمت نہ پڑی اور خود بہاء اللہ کو بھی کانفرنس میں شرکت کی جرات نہ

ہوئی اور شریعت اسلامیہ کی منسوخی کے اعلان کے لئے ایک عورت مردوں سے زیادہ ''بہادر'' نکلی۔اس کا نام قرۃ العین طاہرہ تھا۔علی محمد باب کی طرح مذہبی اعتبار سے جنونی طبیعت رکھتی تھی۔اس لئے بہاء اللہ کے شکنجے میں باآسانی آ گئی چنانچہ بدشت کانفرنس میں شریعت اسلامیہ کی منسوخی کے لئے اس عورت سے کام لیا گیا چنانچہ قرۃ العین نے شریعت اسلامیہ کی منسوخی اور ''البیان'' کی نئی شریعت کا اعلان کیا۔(ز) علی محمد باب نے جیل میں ''البیان'' کے ذریعہ شریعت اسلامیہ منسوخ کی اور قرۃ العین نے بدشت میں اس کی منسوخی کا ''کارنامہ'' انجام دیا تو باب کی ہلاکت کے دو سال بعد وہ بھی قتل کر دی گئی اور اس طرح آٹھ سال کے اندر اندر بابیت اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

بہاء اللہ جو ان تمام کارروائیوں کے پیچھے روح رواں اور پورے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی غیرت نے ایک دوسرے رنگ میں عبرت ناک سلوک کیا اس کو لمبی مہلت دی مگر جیلوں کی ذلتوں میں زندگی کے دن کٹے۔بلاشبہ یہ زندگی تو موت سے بھی بدتر تھی جہاں کوئی امید بر نہ آئی اور حسرتوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

باب اور بہاء اللہ کا مقام دعاوی: ''البیان'' اور ''الاقدس'' کے بارے میں سرسری جائزہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اب علی محمد باب اور بہاء اللہ کے مقام و دعاوی کے بارے میں جو تضادات بہائی تحریک میں پائے جاتے ہیں ان کی صورت حال ملاحظہ ہو۔

---علی محمد کا ابتدائی دعویٰ باب ہونے کا تھا۔جس کی حقیقت یہ تھی کہ امام مہدی یا قائم موعود کے ظہور سے پیشتر باب بطور مخبر یا مبشر آئے تا کہ امام کے لئے لوگوں کو متنبہ اور تیار کریں۔

---علی محمد نے دعویٰ بابیت ملا حسین بشرویہ کے کہنے پر کیا تھا۔باب نے کبھی خود ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا ہے۔

---اگر علی محمد کی بطور باب نامزدگی اور ظہور کا معاملہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کیا جاتا تو ان کا طبعی تقاضا یہ ٹھہرتا تھا کہ باب اپنا فریضہ ادا کر کے دنیا سے رخصت ہوتا اور باب کی بشارت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مہدی کے ظہور کے ساتھ ظاہر ہوتا۔

---خدا تعالیٰ کی طرف سے مہدی کے ظاہر کرنے کا انتظار کئے بغیر باب کو مہدی قرار دینا ظاہر کرتا ہے کہ نہ تو باب کی نامزدگی خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور نہ ہی مہدی کے منصب پر باب کو بٹھانا خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتا ہے بلکہ یہ ساری سازش بہاء اللہ اور ان کے رفقا کی تھی۔

بہاء اللہ کو نہ معلوم کیا جلدی تھی کہ: (الف) اپنے ظہور کے لئے رستہ ہموار کرنے کی خاطر علی محمد کو باب کا دعویٰ کرایا اور جلدی میں یہ بھول گئے کہ جس نے اپنے بعد آنے والے کی بشارت دینی ہے وہ اصولاً دنیا میں پہلے آنا چاہیے لیکن باب تو بہاء اللہ کے بعد دنیا میں آئے۔وہ اپنے سے پہلے آنے والے کے لئے باب کس طرح بن گئے۔واقعتاً عجلت بری بلا ہے۔(ب) باب کا تصور امت میں مہدی کے مبشر کے طور پر چلا آتا تھا۔جسے دوسرے الفاظ میں ارہاص بھی کہا جاتا ہے۔علی محمد سے باب کا دعویٰ کرانے کے بعد اصولاً بہاء اللہ کو مہدویت اپنے لئے ریزرو رکھنی چاہئے تھی لیکن چونکہ بہاء اللہ میں مہدی والی روایتی علامات سرے سے مفقود تھیں اس لئے مہدی

بننے کی جرات نہ ہوئی لیکن باب کے بعد اصولاً دنیا مہدی کی ہی طالب ہوتی - اس لئے مہدی کی روک رستے سے ہٹانے کے لئے بہاء اللہ وغیرہ نے دعویٰ بابیت کے بعد علی محمد کو مہدویت بھی سپرد کر دی اور خود بہاء اللہ نے اپنے لئے امت کی بلکہ مذہب کی تاریخ سے ہٹ کر من یظھرہ اللّٰہ کا منصب تجویز کر کے باب سے اس کی بشارت منسوب کر دی - (ج) باب سے جس من یظھرہ اللّٰہ کے ظہور کی بشارت دنیا کو دی گئی - اس کے ۹ سال میں ظاہر ہونے کی بشارت تھی اگر بہاء اللہ اپنے آپ کو باب کی بشارت کا مصداق سمجھتے تو ان کا دعویٰ نو سال میں ہونا چاہئے تھا - بہاء اللہ نے ۹ سال کی بجائے ۲۰ سال بعد اپنے آپ کو من یظھرہ اللّٰہ قرار دینے کی ہمت کی - (د) بہاء اللہ نے باب کو مہدویت کا مدعی ٹھہرا کر اپنا رستہ تو صاف کیا لیکن مہدویت اور مسیحیت کو نظر انداز کر کے امت کسی اور روپ میں کسی مدعی سے متعارف نہیں - خصوصاً جو منصب یا نام بہاء اللہ نے (من یظھرہ اللّٰہ) اپنے لئے چنا اس کا ماضی کے مذہبی لٹریچر میں دور دور تک نام ونشان نہیں ملتا - نہ اس کی علامات اور شناخت کے لئے کوئی معیار معین ہے اور بہاء اللہ نے اسی میں عافیت سمجھی کہ مہدی و مسیحیت کے معروف منصب سے بچ کر رہیں - (ھ) دراصل مہدی اور مسیح کے ظہور کے ساتھ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور کل ادیانِ عالم پر اسلام کے کامل غلبہ کا گہرا تعلق ہے جب کہ باب بطور مہدی اسلامی شریعت کو منسوخ کر رہے تھے اور بہاء اللہ نے وقت آنے پر اسلام اور بابیت دونوں کو منسوخ قرار دے دیا ایسے افراد بھلا مہدی و مسیح کیسے ٹھہر سکتے تھے - (د) ستم ظریفی کی انتہاء یہ ہے کہ باب اور بہاء اللہ کے مریدوں نے باب کو مہدی اور بہاء اللہ کو مسیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور یہ کوششیں ابھی تک جاری ہیں - معاملہ "پیراں نمے پرند مریداں مے پرانند" والا ہے - عقلاً یہ چاہیئے تھا کہ پہلے باب کے اپنے اقرار کو پیش کیا جاتا کہ اس نے دعویٰ مہدویت کیا اور بہاء اللہ کے اپنے الفاظ میں دعویٰ مسیحیت کو پیش کیا جاتا جب کہ بہائی حضرات کی کوشش یہ ہے کہ باب اور بہاء اللہ کی مرضی یا اقرار کے علی الرغم ان کو مہدی اور مسیح کے طور پر پیش کیا جائے حالانکہ پہلے دعویٰ سامنے آنا چاہیئے پھر دلائل کی باری آتی ہے - (ز) بہائی حضرات کو اصل دقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں خصوصیت سے "من یظھرہ اللّٰہ" کا تصور سرے سے مفقود ہے - پھر باب اور بہاء اللہ کا کیا روپ پیش کریں - اس لئے "مہدویت" اور "مسیحیت" کے فرضی خول انہیں پہنا کر "مدعی سست گواہ چست" والا کھیل کھیلا جا رہا ہے - (ح) بہائی حضرات کو یہ امر مستقلاً پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ عالم اسلام میں کبھی بھی ایسے مہدی یا مسیح کا تصور نہیں رہا جو اسلام کی شریعت اور کتاب اللہ کے احکام پر تبرر کھے اور منسوخی کا اختیار برتے اور جب تک باب اور بہاء اللہ کے ہاتھ میں یہ تبر ہے ہزار دلائل اور نشانات بہائیت کی فیکٹری میں جمع کر لئے جائیں عالم اسلام شریعت اسلامیہ کے قائلوں کو قبول نہیں کر سکتا -

(ط) مزید ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ باب اور بہاء اللہ کے حواری ان کو مہدی اور مسیح ثابت کر کے انسان اور بشر کے روپ میں "آسمان" سے زمین پر لانا چاہتے ہیں اور بظاہر یہ کوشش مناسب ہی سمجھنی چاہیئے کیونکہ کہاں الوہیت اور کہاں انسان لیکن بہائیت کے پرچارک حضرات کبھی باب اور بہاء اللہ کے اپنے دعاوی پر بھی غور کریں چنانچہ ذیل میں ملاحظہ ہو کہ بہاء اللہ اپنی تحریر کے مطابق باب کو کیا مرتبہ دیتے تھے؟ اور باب اپنی تحریر کے مطابق بہاء اللہ کو کیا مرتبہ دیتے تھے -

— باقی صفحہ ۲۹ پر —

مجلس انصاراللہ امریکہ کی شوریٰ اور سالانہ اجتماع کا انعقاد

از: مکرم سید ساجد احمد صاحب قائد اشاعت یو۔ ایس۔ اے

مجلس انصار اللہ امریکہ کی آٹھویں سالانہ شوریٰ اور انیسواں سالانہ اجتماع بیت الرحمٰن سِلوَر سپرنگ' میری لینڈ' میں ۱۷ تا ۱۹ نومبر ۲۰۰۰ء منعقد ہوئے۔ بیت الرحمٰن جماعتہائے احمدیہ امریکہ کا ہیڈ کوارٹر ہے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دارالحکومت کے نواح میں واقع ہے۔ MTA کا براعظم امریکہ کے لئے نشریات کا ریلے سٹیشن بھی یہیں واقع ہے۔

مجلس شوریٰ: مجلس شوریٰ کا انعقاد ۱۷ نومبر بروز جمعۃ المبارک ''البیت'' کے بڑے ہال میں ہوا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد مجلس شوریٰ کا آغاز حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے فرمایا۔ آپ نے مجلس کے کام کو سراہا اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی' اور ان ضروری کاموں کا ذکر فرمایا جو موجودہ صورت حال میں مجلس انصاراللہ امریکہ کی فوری توجہ چاہتے ہیں اور یہ دعا کی کہ یہ شوریٰ مجلس انصاراللہ کو ترقی کی نئی شاہراہ پر لے جائے۔

افتتاحی اجلاس کی دعا کے بعد ڈاکٹر وجیہہ باجوہ صاحب قائد عمومی نے پچھلے سال کی شوریٰ کے فیصلوں پر عمل درآمد پر رپورٹ پیش کی نیز مجالس کی طرف سے بھیجی گئی ان تجاویز کا ذکر کیا جنہیں مختلف وجوہات کی بنا پر مجلس شوریٰ کے سامنے پیش نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ تجاویز پیش کیں جنہیں مجلس شوریٰ سے مشورہ حاصل کرنے کے لئے چنا گیا تھا۔ بعد ازاں مکرم شیخ عبدالواحد صاحب قائد مال مجلس انصاراللہ امریکہ نے مجوزہ بجٹ برائے سال ۲۰۰۱ء نمائندگان شوریٰ کے سامنے پیش کیا۔

ان رپورٹوں اور تجاویز کے پیش کرنے کے دوران میں نمائندگان نے حسب ضرورت اپنے استفسارات پیش کئے اور وضاحتیں طلب کیں جن کے متعلقہ شعبوں کی طرف سے جواب دئے گئے۔ تجاویز پر غور و فکر کے لئے سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ سب کمیٹیوں کے اراکین نے نمائندگان کے اسماء تجویز کئے۔ مکرم ناصر محمود ملک صاحب صدر مجلس انصاراللہ نے سب کمیٹیوں کے صدر اور سیکرٹری مقرر کئے پچھلے پہر سب کمیٹیوں نے ان کے سپرد کی گئی تجویزوں پر غور کیا۔

بعد نماز مغرب و عشاء اور دعوتِ عشائیہ' مجلس شوریٰ کا آخری اجلاس زیر صدارت مکرم صدر صاحب مجلس امریکہ تلاوت کے ساتھ شروع ہوا۔ سب کمیٹیوں نے باری باری اپنی سفارشات مجلس شوریٰ کے نمائندوں کے سامنے منظوری کے لئے پیش کیں۔ مجلس شوریٰ نے حسب ضرورت ان سفارشات پر بحث کی' اور جہاں نمائندوں نے اتفاق کیا اور ضروری سمجھا' وہاں مناسب تبدیلی کی گئی۔ مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس رات گئے دعا کے ساتھ ختم ہوا۔

سالانہ اجتماع: مجلس انصار اللہ امریکہ کا انیسواں سالانہ اجتماع جماعت احمدیہ امریکہ کے ہیڈ کوارٹر ''بیت الرحمٰن'' میں ۱۷ تا ۱۹ نومبر ۲۰۰۰ء جمعہ ہفتہ اتوار منعقد ہوا۔ ملک کے ہر حصے سے دوصد کے قریب انصار نے شرکت کی' جن کا تعلق ۳۰ مجالس سے تھا

ان میں سے کئی اراکین ہزار ہا میل کا سفر بذریعہ ہوائی جہاز یا کار طے کر کے پہنچے۔ انصار نے یہ تین روز پنجگانہ نمازوں، تہجد، ذکر الٰہی اور دینی مصروفیات میں گذارے۔ جس میں پہلے روز کی کارروائی شوریٰ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

اجتماع کی کارروائی: اجتماع کا آغاز شام کے بعد نماز مغرب وعشاء اور عشائیہ کے بعد ہوا۔ تلاوت قران کریم اور نظم کے بعد مکرم ملک ناصر محمود صاحب صدر مجلس امریکہ نے شامل ہونے والوں کو خوش آمدید کہا جس کے بعد مکرم منیر حمید صاحب نائب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جس میں انہوں نے مجلس انصاراللہ کے بعض پرانے کاموں کا ذکر کیا اور مستقبل کی طرف توجہ دلائی اور اپنا محاسبہ کرنے اور اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کرنے دینی کاموں کے لئے وقت دینے اور دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد اجتماعی دعا سے اس اجتماع کا افتتاح فرمایا۔

مکرم وجیہہ باجوہ صاحب قائد عمومی نے انٹرنیٹ کے استعمال اور اس کے حُسن و قُبح پر روشنی ڈالی بروز ہفتہ قرات قرآن اردو نظم خوانی، تیار شدہ تقاریر، مشاہدہ و معائنہ اور عام معلومات کے مقابلے ہوئے۔ مکرم ڈاکٹر خلیل احمد ملک صاحب قائد تربیت نے شادی کے نظام پر تقریر کی۔ مربیان سلسلہ مکرم مولانا مبشر احمد صاحب نے خانگی خوشحالی بڑھانے کے گر بتائے۔ اور مکرم مولانا شمشاد احمد صاحب ناصر نے انصار کو دعوت الی اللہ کے سلسلے میں ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا۔ تقاریر کے دوران انصار نے رُوح پرور نظمیں سنائیں۔ ایک سوال و جواب کی محفل ہوئی۔ ڈاکٹر وسیم سید صاحب نائب قائد مال نے انصار کو امریکہ میں انصار ہال کی سکیم سے آگاہ کیا اور اس سلسلے میں انہیں ان کی ذمہ داری کی طرف متوجہ کیا ایک معلوماتی اجلاس میں آٹھ ڈاکٹروں نے صحت سے متعلق سوالات کے جواب دیئے۔

ہفتہ کے روز والی بال، واک، رسہ کشی، کلائی پکڑنے وغیرہ کے ورزشی مقابلے بھی منعقد ہوئے۔ بروز اتوار اجتماع کے آخری روز درس حدیث، انگریزی نظم، فی البدیہہ تقریر کے علمی مقابلے ہوئے۔

اجتماع کا اختتامی اجلاس تلاوت ونظم سے شروع ہوا۔ مکرم صدر صاحب مجلس نے سالانہ رپورٹ کارگذاری پیش کی۔........ نیز مجلس کی طرف سے ۵ ہزار ڈالر کا عطیہ پاکستان میں راہ مولیٰ میں جان کا نذرانہ دینے والوں کے لئے پیش کرنے کا اعلان کیا۔ جس کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نے علم انعامی، مقابلوں میں پوزیشن لینے والوں کو انعامات اور حوصلہ افزائی کے لئے کارکنوں کو سندات تقسیم فرمائیں۔ انہوں نے اپنے اختتامی خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے بارہ میں تازہ اطلاعات سے آگاہ کیا اور پاکستان میں تازہ دردناک واقعات اور مظالم کا تفصیل سے ذکر فرمایا انصار کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور اجتماعی دعا فرمائی اجتماع کے اختتام پر سب حاضرین کی گروپ فوٹو لی گئی۔

اس اجتماع میں جدید ترین ذرائع ابلاغ بکثرت استعمال میں لائے گئے۔ اکثر تقاریر کے دوران متن کے اہم حصے بڑی سکرین کمپیوٹر کی مدد سے حاضرین کو دکھائے جاتے رہے الحمدللہ کہ مجلس شوریٰ و اجتماع ہر لحاظ سے بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئے۔

آل پاکستان بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ برائے انصاراللہ کا انعقاد

رپورٹر: مکرم محمد محمود طاہر صاحب

مجلس انصاراللہ پاکستان کے زیراہتمام آل پاکستان بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ مورخہ ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ فروری ۲۰۰۱ء ایوان محمود ربوہ میں منعقد کیا گیا۔ اس ٹورنامنٹ کا افتتاح مورخہ ۲۳ فروری بروز جمعہ تین بجے سہ پہر ایوان محمود ہال میں ہوا۔ افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان تھے۔

افتتاحی تقریب: تلاوت، عہد اور نظم کے بعد منتظم اعلیٰ ٹورنامنٹ مکرم پروفیسر قریشی عبدالجلیل صادق صاحب قائد ذہانت و صحت جسمانی انصاراللہ پاکستان نے رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ ۱۹۹۹ء میں اس ٹورنامنٹ کا آغاز کیا گیا اور پہلے ٹورنامنٹ جس میں صرف بیڈمنٹن کا کھیل شامل تھا اس میں ۱۲ اضلاع کے ۳۰ کھلاڑی شامل ہوئے۔ دوسرے بیڈمنٹن ٹورنامنٹ ۲۰۰۰ء میں ۱۱ اضلاع کے ۴۲ انصار شامل ہوئے اور امسال خدا کے فضل سے ربوہ سمیت ۱۳ اضلاع کے ۸۶ کھلاڑی شامل ہوئے ہیں۔ امسال پہلی بار بیڈمنٹن کے ساتھ ٹیبل ٹینس کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان نے ٹورنامنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ انصار سارا سال جسمانی ورزش کرتے ہوئے اپنی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنی صحت کا بھی خیال رکھیں۔

افتتاحی تقریب کے موقع پر راولپنڈی کے دو انصار (بھائیوں) مکرم پیر افتخار الدین صاحب اور مکرم پیر انصار الدین صاحب کے درمیان ٹیبل ٹینس کا افتتاحی میچ کھیلا گیا۔ بعد ازاں لیگ میچز کا آغاز ہوا۔

ٹورنامنٹ کی تفصیل: اس ٹورنامنٹ میں انصار کو عمر کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا یعنی صف اول اور صف دوم کے الگ الگ مقابلے کروائے گئے۔ اسی طرح بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس دونوں کھیلوں میں سنگل اور ڈبل کے الگ الگ مقابلے ہوئے یوں ٹورنامنٹ میں کل ۸ ایونٹس Events رکھے گئے۔ کھلاڑیوں کو مختلف پولز Pools میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور یہ میچز لیگ کی بنیاد پر کھیلے گئے۔ رات گئے تک میچز منعقد ہوتے رہے۔ جس میں انصاراللہ کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ ٹورنامنٹ کو کامیاب بنانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے بطریق احسن جملہ انتظامات کھیل، نظم و ضبط، رہائش، طعام اور مہمان نوازی نبھائے۔ بیرون جات سے آنے والے کھلاڑیوں کی رہائش کا انتظام گیسٹ ہاؤس انصاراللہ میں کیا گیا تھا اور شعبہ رہائش و طعام کے مخلص کارکنان کی ایک ٹیم ہمہ وقت کھلاڑیوں کے طعام و چائے کے انتظامات پر مامور رہی۔ ٹورنامنٹ کے تمام میچز ایوان محمود ہال میں منعقد ہوئے۔ میچ ریفری کے طور پر ایوان محمود سپورٹس کلب کے ممبران نے انتظامیہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

اختتامی تقریب: مورخہ ۲۵ فروری بروز اتوار بعد نماز عصر ایوان محمود ہال میں اس ٹورنامنٹ کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے۔ تلاوت عہد اور نظم کے بعد منتظم اعلیٰ ٹورنامنٹ محترم قائد ذہانت و صحت جسمانی نے رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں اب تک ہونے والے تینوں ٹورنامنٹس کے اعداد و شمار کا موازنہ پیش کیا۔ امسال کھلاڑیوں کی تعداد گذشتہ سال سے دوگنا سے بھی زیادہ ہے۔ جب کہ امسال پہلی دفعہ ٹیبل ٹینس کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

اس ٹورنامنٹ میں ہونے والے میچز کی تعداد کی تفصیل یہ ہے کہ:

بیڈمنٹن: صف اول: سنگل میچز ۵۶، ڈبل میچز ۲۶ صف دوم: سنگل میچز ۱۷۲، ڈبل میچز ۶۰، کل میچز ۳۱۴





ٹیبل ٹینس: صف اول: سنگل میچز ۳۵' ڈبل میچز ۱۲' صف دوم: سنگل میچز ۷۱' ڈبل میچز ۳۵' کل میچز ۱۵۳

اس طرح اس ٹورنامنٹ میں مجموعی طور پر ۲۴۷ میچز کھیلے گئے۔ رپورٹ کے بعد مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے نمایاں کارکردگی دکھانے والے اور اعزاز پانے والے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم کئے۔ اعزاز پانے والوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ٹیبل ٹینس: صف اول ڈبل میں اول: مکرم مرزا محمد دین ناز صاحب اور مکرم عبدالماجد صدیقی صاحب ربوہ

سنگل میں اول: مکرم شیخ کریم الدین صاحب بہاولنگر

یوں صف اول میں مکرم شیخ کریم الدین صاحب چیمپئین اور مین آف دی ٹورنامنٹ قرار پائے۔

صف دوم ڈبل میں اول: مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب و شیخ ظہیر احمد انور صاحب ربوہ

یوں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ٹیبل ٹینس صف دوم کے چیمپئن قرار پائے۔

بیڈمنٹن: صف اول: ڈبل میں اول : مکرم مرزا محمد دین ناز صاحب اور چوہدری عطاء الرحمٰن صاحب ربوہ

سنگل میں اول : مکرم شیخ کریم الدین صاحب بہاولنگر

صف دوم: ڈبل میں اول : مکرم ملک طارق حبیب صاحب اور مکرم جاوید بشیر باجوہ صاحب لاہور

سنگل میں اول : مکرم ملک طارق حبیب صاحب لاہور

یوں مکرم ملک طارق حبیب صاحب صف دوم بیڈمنٹن کے چمپئن اور مین آف دی ٹورنامنٹ قرار پائے۔

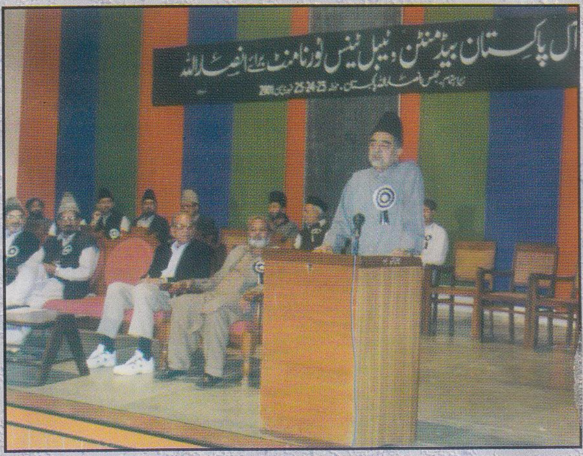
ٹیبل ٹینس میں مین آف دی ٹورنامنٹ کا اعزاز حاصل کرنے والے مکرم شیخ کریم الدین صاحب (ایڈووکیٹ) ناظم انصار اللہ ضلع بہاولنگر کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں اور اسلام آباد میں ہونے والی سیف گیمز میں نیشنل ٹیبل ٹینس ٹیم کے مینجر رہے ہیں۔ اس وقت ڈسٹرکٹ ٹیبل ٹینس ایسوسی ایشن بہاولنگر کے صدر ہیں وہ پہلی مرتبہ انصار اللہ کے ٹورنامنٹ میں شامل ہوئے اور چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ بیڈمنٹن میں مین آف دی ٹورنامنٹ کا اعزاز مکرم ملک طارق حبیب صاحب آف لاہور نے حاصل کیا۔ آپ ۱۴ سال سے کم عمر کھلاڑیوں کے نیشنل چیمپئن رہے۔ آل پاکستان یونیورسٹیز کے چیمپئن رہ چکے ہیں۔ انگلستان سے باقاعدہ کوچنگ کا کورس کر کے پروفیشنل کوچ بنے اور آج کل کینیڈا میں کوچنگ کر رہے ہیں۔ تعلیم کے لحاظ سے انجینیرنگ کے ڈاکٹر ہیں۔ گذشتہ سال بھی ٹورنامنٹ میں چیمپئن کا اعزاز حاصل کیا تھا اور امسال بھی اس اعزاز کو برقرار رکھا۔ اس ٹورنامنٹ میں ٹیبل ٹینس میں معمر ترین کھلاڑی کا اعزاز مکرم عبدالرشید مبشر صاحب ماڈل کالونی کراچی نے حاصل کیا ان کی عمر ۷۳ سال ہے۔ اسی طرح بیڈمنٹن میں معمر ترین کھلاڑی مکرم ملک مقصود احمد صاحب آف لاہور ہیں ان کی عمر بھی ۷۳ سال ہے۔ ٹورنامنٹ میں نمائندگی کے لحاظ سے ٹیبل ٹینس میں ضلع راولپنڈی اول قرار پایا جب کہ بیڈمنٹن میں نمائندگی کے لحاظ سے ضلع کراچی اول رہا۔ اس سب سے دور کے علاقہ کراچی کے درج ذیل کھلاڑیوں نے حسن کارکردگی کے انعامات بھی حاصل کئے:۔

۱۔ مکرم عبدالرشید ساٹری صاحب نائب ناظم ضلع کراچی ۲۔ مکرم وسیم احمد صاحب ۳۔ مکرم محمد انور صابر صاحب

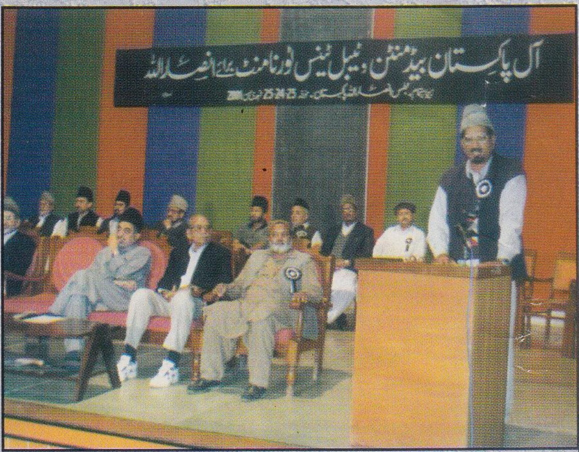
۴۔ مکرم راجہ رشید احمد صاحب ۵۔ مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب

اس ٹورنامنٹ میں انصار اللہ کا جوش و خروش دیکھنے کے لائق تھا اور یہ جذبہ مسابقت کی روح سے معمور رہا۔ یہ ٹورنامنٹ تین دن جاری رہنے کے بعد اپنی خوشگوار یادوں کے ساتھ ۵:۳۰ بجے شام اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

آل پاکستان ٹیبل ٹینس و بیڈمنٹن ٹورنامنٹ برائے انصاراللہ منعقدہ ۲۳-۲۴-۲۵ فروری ۲۰۰۱ء



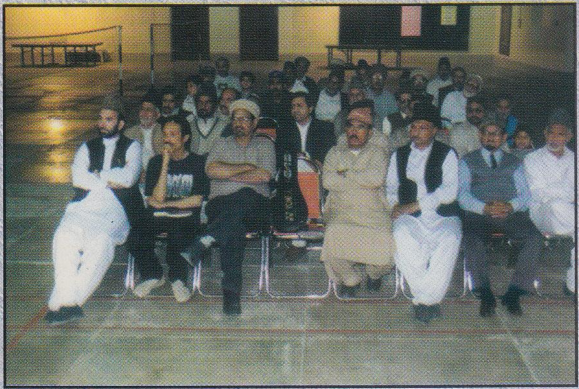
محترم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب
قائد صحت جسمانی رپورٹ پیش کرتے ہوئے۔



محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب
صدر مجلس انصاراللہ ٹورنامنٹ کا افتتاح فرما رہے ہیں۔



مجلس انصاراللہ کراچی کے کھلاڑی مہمان خصوصی کے ساتھ



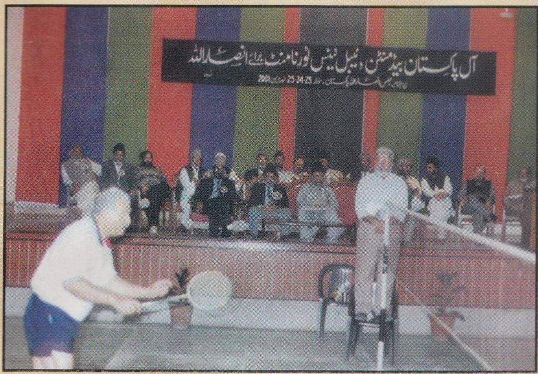
ٹورنامنٹ کے ناظرین

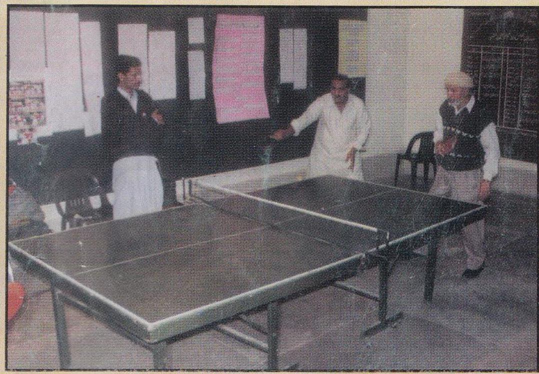
Monthly **ANSARULLAH**

EDITOR:
NASRULLAH KHAN NASIR

CPL. 92
MARCH: 2001

آل پاکستان ٹیبل ٹینس و بیڈمنٹن ٹورنامنٹ برائے انصاراللہ منعقدہ ۲۳-۲۴-۲۵ فروری ۲۰۰۱ء





محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ (مہمان خصوصی) کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرما رہے ہیں



